

188386



**OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY**

Call No. 92352      Accession No. 35028

Author - سید سرفراز احمد

Title

سائنس

This book should be returned on or before the date last marked below.



# حیاتِ صالح

Printed 1975

یعنی

## سوانحِ عمری

صاحب السیف والقلم علامی فتامی جملۃ الملک حضرت  
نواب سعد اللہ خاں صاحب

وزیر اعظم

شہنشاہِ فلک بارگاہِ شاہجہاں بادشاہ

نور اللہ مرقدہما

مؤلفہ

محمد سعید احمد مارہروی

۱۳۲۱ھ ہجری نبوی

مطبع اکبری آگرہ میں مجید الدین احمد کے اہتمام سے چھپی

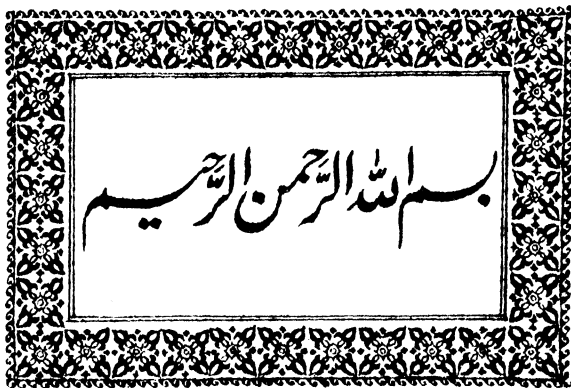
حق تالیف محفوظ ہے

# مطبع البری آگرہ

جن صاحبوں کو کسی قسم کی کتاب عربی فارسی اردو ہندی چھپوانی منظور ہو وہ ازراہ لطف و کرم مطبع ہذا کو رحمت فرمائیں مطبع برائیل نہایت شکرگزاری کے ساتھ بہت صاف اور خوشخط مناسب وقت میں اُسے چھاپ دیگا انشاء اللہ تعالیٰ کوئی وعدہ خلافی۔ بد معاملگی یا کسی طرح کا دھوکا ہمارے گاہکوں کو نہ ہوگا ہم اُن کی خوشنودی اور خدمتگزاری کو اپنا اول درجہ کا فرض سمجھیں گے اور خدانے چاہا تو اُن کو کسی طرح کی شکایت نہ ہونے دینگے۔ صحت کا اہتمام حد سے زیادہ ہوگا انشاء اللہ مسودہ سے ایک نقطہ یا شوشہ کم یا زیادہ نہ ہوگا بحالت شک و شبہ دریافت کر لیا جائیگا۔ رموز کتابت و املایں حروف مثل نشان سوال و تعجب و یایے معروف و مجهول و نون غنہ و ہائے مخلوط وغیرہ کا بھی سبزی لحاظ حسب مرضی رہیگا۔ کپڑوں اور دفتروں کے جلد کاغذات ضروری بھی بکفایت تمام اس مطبع میں چھپ سکتے ہیں۔ سب صورتوں میں چھپائی کا نصف روپیہ حسب دستور مطبع پیشگی لیا جائیگا۔

فرخ چھپائی ہر سائز (تقطیع) مروجہ کا خط و کتابت سے طے ہوگا۔

مجید الدین احمد مالک و مہتمم مطبع البری آگرہ۔ محلہ نئی بستی۔ ممالک متحدہ آگرہ و



cked 1975

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين  
وعلى آله الطاهرين الطيبين وازواجه المطهرات امهات  
المؤمنين وخلفائه الراشدين المهديين الهادين  
وسائر الصحابة ائمة الدين اجمعين

ز لاف حمد و نعت اولیٰ ست بر خاک ادب خفتن

سجودے میتواں کردن درودے مے تو اں گفتن

نواب صدیق حسن خان مرحوم

معزز ناظرین !

مشاہیر اسلام کے کسبِ علوم اور علمی قدر دانی اور

کمال پروری اور سخاوت و شجاعت و دیانت و امانت اور عدل و

انصاف غرضکہ جملہ اوصافِ حمیدہ و خصائلِ پسندیدہ کے حیرت انگیز واقعات سے ہماری عربی و فارسی کے تذکروں اور تاریخوں کے اوراقِ بکمالِ آب و تاب مژین و مَرُضِع ہیں۔ مگر افسوس اور سخت افسوس ہے کہ ملکِ ہند کے پانچ چہرے کرور مسلمانوں میں سے ایک بھی ان بیش بہا اور اعجوبہ روزگار جواہرات سے مستفیض نہیں ہو سکتا جس کی وجہ سے بڑے بڑے شاہیرِ اسلام جن پر کسی زمانہ میں مشرقی دنیا کو ناز تھا آج گسٹ مپرسی کی حالت میں پڑے ہیں اور اُن اصحابِ کمال کا جو کسی طرح مغربی اہل کمال سے کم نہ تھے آج کوئی نام بھی نہیں جانتا۔ کسی اُستاد نے خوب کہا ہے :-

جن کے نقشِ پا کو رکھتی تھی زمیں سر پر بفرخ	تبرتوں میں خاک کا کودہ ہیں وہ عالی گنر
نام اُن کا گوئی اب بھولے سے بھی لیتا نہیں	جن کے دروازوں پہ ڈنکا بچتا تھا شام و سحر
تھا لگس کا بیٹھنا بھی تن پہ جن کو ناگوار	فرق چرچن کے ہلایا کرتے تھے خادمِ چنور
خاک میں مگر ملے افسوس وہ عالی دماغ	اب نشانِ قبر بھی اُن کے نہیں آتے نظر

جناب سر سید احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بیشک آپ زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ ”وہ قوم نہایت بد نصیب ہے جس کی گذشتہ زمانہ کی تاریخ قابل یاد رکھنے کے ہو اور اُس کو یاد نہ ہو!

اور وہ قوم نہایت خوش نصیب ہے جس کی گذشتہ زمانہ کی تاریخ یاد رکھنے کے قابل ہو اور اُس نے اُسے یاد بھی رکھا ہو۔  
 کیا یہ افسوس کی بات نہیں ہے کہ ہماری قومی اور ملکی زبان اُردو میں انگلستان کے ناول نویس مسٹر رینولڈس کی سوانح عمری تو ہو مگر بڑے بڑے اہل کمال اور صاحب تصانیف مشاہیر اسلام کے حالات محض تاریکی میں پڑے ہوں۔

ہیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

تصنیف و تالیف اور خصوصاً سوانح عمری لکھنا کوئی معمولی اور آسان کام نہیں ہے کہ ہر شخص اس دشوار گزار راستہ کو طے کر جائے یہ عالیشان کام انہیں بزرگوں کا ہے جن کو خدا نے علم کی دولت سے مالا مال کیا ہے عقل دی ہے۔ اور وہ تاریخی معلومات سے مستغنی ہیں۔ ادھر میری استعداد علمی اور واقفیت تاریخی بتدیانہ بھی نہیں۔ بلکہ اس کوچہ سے نا آشناے محض ہوں مجھے نہ مصنف ہونے کا دعویٰ نہ مؤلف بننے کا خیال ہے۔ صرف اس خیال نے مجھ کو اس قومی خدمت پر کمر بستہ اور متوجہ کیا ہے کہ جب ہماری قوم کے اہل علم اور صاحب کمال لوگ قومی ہیروؤں کی سوانح عمریوں کو اس بے ترتیبی کی حالت میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

تو شاید اُن کے عالی دماغ اپنے ہاں کے مشاہیر کی نہایت  
 دل آویز تصویر کو اس بد نمائی سے دیکھنا پسند نہ کریں گے  
 جیسی کہ میری یہ ناچیز تحریر ہے۔ اور خود اس طرف متوجہ  
 ہو کر اس قومی خدمت کے ادا کرنے پر کمر ہمت چست  
 باندھ لیں گے۔

ہماری قومی زبان اُردو نے جس مبارک عہد میں جنم  
 لیا ہے میں نے سب سے پہلے اُسی عہد کے بڑے صاحب  
 کمال اور ہندوستان کے ہر دل عزیز بادشاہ شاہجہاں کے  
 مشہور و معروف اور نیک نام وزیر صاحب السیف و القلم علامی  
 نہامی جملۃ الملک سعد اللہ خاں کو منتخب کیا اور اس  
 فاضل اور مدبر ملک کے حالات زندگی کو قلمبند کر کے حیات صالح  
 کے نام سے موسوم کیا۔ میں امید کرتا ہوں کہ حیات صالح  
 کے مطالعہ سے قوم میں عمدہ تحریک پیدا ہوگی اور تا یوم قیام  
 اس خوش تدبیر اور نیک نام وزیر کی یادگاری نہایت عزت و  
 اہمیت سے صفحہ روزگار پر قائم رہے گی۔

میں نہایت صدق دل سے اس امر کا اعتراف کرتا ہوں  
 کہ ہر چند اپنی بساط کے مطابق اکثر فارسی و اُردو کے خوش نما

باغوں کی سیر کر کے اور اُن سے خوب صورت پھول پتیوں کو چُن کر اس گلدستہ کو مرتب کیا ہے مگر اس میں شک نہیں کہ یہ کام جیسا کہ ہونا چاہئے تھا میری بے بضاعتی اور کم علمی کی وجہ سے نہ ہو سکا اور مجھے اسپر بالکل بھروسا اور اطمینان نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے صاحب کمال کی سوانح عمری لکھنا مجھ سے ہیچ مدان کا کام نہ تھا۔

اے میرے مولیٰ اے میرے کار ساز میں نہایت خلوص دل سے تیری بارگاہ عالی میں دست بدعا ہوں کہ مجھ بدترین گنہگار پریشان روزگار کا انجام بخیر کر۔ اور ان پراگندہ اوراق کو قبولیت کا درجہ عطا فرما۔ اور اس ناچیز کتاب کے پڑھنے والوں کے دلوں میں اس نیک نام وزیر کے اوصاف حمیدہ سے عمدہ تحریک پیدا کر۔ اور اُن کو علم و ہنر و عقل و نیک بختی اور ظاہر و باطن کی خوبیوں سے مالا مال کر۔ آمین ثم آمین \*

ناظرین کی خدمت میں بصد عجز التجا ہے کہ اگر اس ناچیز کتاب میں کوئی خوبی دیکھیں تو اُسے محض تائید الہی سے سمجھ کے شکر خداداد قدیر سجالمائیں اور مجھ گنہگار کو بھی دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔ اور اگر کوئی سہو اور خطا ملاحظہ فرمائیں تو دامن

عطا سے چھپائیں۔

آئینہ خود باش صفاے بہ ازیں نیست

عیبِ دگراں پوشِ قباے بہ ازیں نیست

اور اگر کسی صاحب کے مذاق کے موافق نہ ہو تو معاف

فرمائیں۔ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجَبْتُمْ إِلَّا عَلَىٰ

سَبَبِ الْعَالَمِينَ

راقم بندہ گنہگار محمد سعید احمد

ابن مولوی سلطان احمد

ساکن مارہرہ ضلع ایٹہ

ممالک متحدہ آگرہ و اودھ

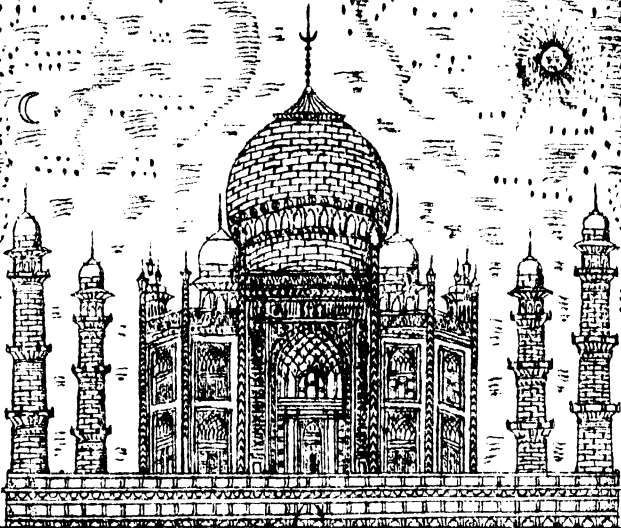
۱۸۔ محرم ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۷۔ اپریل ۱۹۰۳ء

# خاص خاص کتابوں کی فہرست

جن سے یہ سوانح عمری ماخوذ ہے

زبان	نام مصنف	نام کتاب
فارسی	میر عبد الرزاق صمصام الدولہ شاہنواز خان خوانی اورنگ آبادی ..	(۱) آثار الامرا
فارسی	.. .. ملا عبد الحمید لاہوری	(۲) بادشاہ نامہ
فارسی	.. .. محمد صالح کنبوہ	(۳) عمل صالح
فارسی	محمد ہاشم خان الملقب بہ خانی خان	(۴) منتخب اللباب
فارسی	.. .. میر غلام حسین	(۵) سیر المتاخرین
فارسی	.. .. ٹامس ولیم ہیل	(۶) مفتاح التاریخ
فارسی	.. .. محمد کاظم	(۷) عالمگیر نامہ
فارسی	.. .. شاہنشاہ عالمگیر	(۸) رقعات عالمگیری
	خان بہادر شمس العلماء مولوی	(۹) ظفر نامہ شاہجہانی
اردو	.. .. محمد ذکاء اللہ	
اردو	.. .. الفنسٹن گورنر بیہی	(۱۰) ترجمہ تاریخ ہند

زبان	نام مصنف	نام کتاب
اُردو	شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد	(۱۱) دربار اکبری
اُردو	حکیم فیض احمد مارہروی	(۱۲) مشائیر اسلام
اُردو	مولوی ابو الفضل احسان الشریعی	(۱۳) تاریخ اسلام
اُردو	گورکھ پوری	
اُردو	خلیفہ محمد حسین	(۱۴) ترجمہ سفرنامہ بریٹر
انگریزی		(۱۵) گونہینٹ گزٹیر پنجاب
انگریزی	کانی بیئر	(۱۶) گزٹیر ممالک مغربی و شمالی و اوودھ (رضلع متھرا)
انگریزی	ٹامس ولیم بیل	(۱۷) اوریٹیش بالیوگریفل ڈکشنری



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَمْدُهُ وَ نَصَلِّیْ عَلٰی سَؤْلِهِ الْکَرِیْمِ

سعد اللہ خاں کا حسب و نسب - وطن - و تعلیم

و تربیت

ہندوستان کے سب سے بڑے مدبر اور عالی دماغ وزیر اعظم

لہ یہ صرف میرا ہی قول نہیں بلکہ اکثر فارسی اور یورپین مورخین نے بھی یوں ہی لکھا ہے چنانچہ الفسطن گورنر بیجی کا بیان تاریخ ہند میں ہے کہ اسی زمانہ میں سعد اللہ خاں وزیر کا انتقال ہوا جو نہایت لائق و فائق اور عاقل و

سعد اللہ خاں کا سلسلہ خاندانی کسی خاندانِ امارت سے نہیں ملتا لیکن یہ امر بجائے اس کے کہ کسی قسم کی سبکی کا باعث ہو بہت بڑے فخر کی بات ہے کیونکہ وہ صرف اپنی ذاتی کوشش اور لیاقت سے ایک خاندانِ امارت کا بانی ہوا۔ بنی نوع انسان کے اُن افراد کی طرح جو صرف اپنے ذاتی قوتِ بازو سے صفحاتِ تاریخ کی زیب و زینت کا باعث ہوئے ہیں سعد اللہ خاں کے ابتدائی اور خاندانی حالات بھی بہت کم معلوم ہوئے اور یہی وجہ ہے کہ خلیفہ محمد حسن صاحب مترجم سفرنامہ ڈاکٹر برنیئر فرانسسیسی سیاح نے اپنے ترجمہ میں سعد اللہ خاں کی قومیت کی نسبت یوں تحریر فرمایا ہے کہ ”سعد اللہ خاں کے زمانہ کے مؤرخوں نے اُس کی قومیت کا کچھ ذکر نہیں لکھا البتہ خانی خاں نے اُسے شیخ سعد اللہ کر کے لکھا ہے جو ہندوستان میں اکثر نو مسلم

۴ (حاشیہ متعلقہ صفحہ ۹) ہوشیار اور چال چلن کا نیک تھا یہاں تک کہ ویسا وزیر ہندوستان کے وزیروں میں کوئی نہیں ہوا۔ شاہجہاں کے کار و بار میں اس وزیرِ باتبیر کا ذکر بڑی عزت و شان سے ہوا ہے۔ تمام سلطنت کے کام اسی وزیر کی صلاح و مشورت سے انجام پاتے تھے۔ اورنگ زیب نے جو خطوط اور فرمان اپنی طویل طویل سلطنت میں لوگوں کے نام تحریر کئے ہیں اُن میں بھی اس وزیر کی راپوں اور کاموں کو اس طرح سے لکھا ہے کہ سب لوگ اُس کی پیروی کریں “ ۱۳

لوگوں کے لئے بھی بولا اور لکھا جاتا ہے۔ مگر اُس کے مہوطنوں کا یہ بیان ہے کہ وہ تہیم تھا جو ایک ایسی قوم ہے کہ وہاں کی مسجدوں اور مکتبوں کے مُلا اکثر اسی ذات کے ہوتے ہیں۔ اگرچہ میرے نزدیک ظن غالب یہ ہے کہ یہ کوئی ہندوی الاصل قوم ہے مگر چونکہ اُن کے میراثی اوّل اُن کے سلسلہ نسب میں کچھ عجیب و غریب نام بیان کر کے اور پھر کچھ کھینچ تان کے ملک عرب تک پہنچا دیتے ہیں اس لئے میرے دوست جو بالفعل خاص چنیوٹ کی منصفی کے عمدہ پر مامور ہیں اور جنہوں نے براہ مہربانی تکلیف فرما کر میری خواہشوں کے موافق اس کی تحقیق کی تھی یہ خیال کرتے ہیں کہ شاید یہ لفظ تہیم کی خرابی ہو جو عرب کے مشہور قبیلہ بنی تہیم کے نام کا ایک جزو ہے اور ان گنواروں نے اپنی جہالت اور بے علمی کی وجہ سے جو فی زمانہ اُن اضلاع میں عموماً ہے بگاڑ کے اُسے تہیم کر لیا ہو۔“

خلیفہ صاحب سے مشہور و معروف فاضل کی یہ فروگزاشت سخت حیرت انگیز ہے کہ انہوں نے اثنائے تحقیقات میں کتاب مآثر الامرا کا ملاحظہ نہیں فرمایا ورنہ صاحب مآثر الامرا

کی تحقیقات کی نسبت بھی وہ اپنے نوٹ میں کچھ ارقام فرماتے۔ یہ کتاب مآثر الامرا مغلیہ عہد کے امرا کے حالات میں ایک بہت مستند اور ضخیم تاریخ ہے جس کے راست گفتار اور فاضل مؤلف میر عبد الرزاق صمصام الدولہ شاہ نواز خان خوانی اورنگ آبادی ہیں۔ یہ کتاب سلسلہ میں تالیف ہوئی اُس میں سعد اللہ خاں کی قومیت کی نسبت تحریر ہے کہ وہ قصبہ چنیوٹ متعلقہ صوبہ لاہور کے شیخ زادوں میں سے تھا اور سلسلہ اُس کا قریش کے قبیلہ بنی تمیم سے ملتا ہے۔ مآثر الامرا

۱۔ قصبہ چنیوٹ یوٹ ۳۱ درجہ ۴۳ دقیقہ و ۳۲ درجہ عرض بلد اور ۷۳ درجہ ۱۰ دقیقہ و ۵۹ درجہ طول بلد میں دریائے چناب کے بائیں کنارے سے دو میل کے فاصلہ پر ایک پست پہاڑی کے نشیب میں پنجاب کے ضلع جھنگ میں واقع ہے۔ سلسلہ ۶۱ میں یہاں کی مردم شماری دس ہزار ۷ سو ۳۱ تھی۔ قصبہ مذکور تین حصص پر منقسم ہے جو اوپر نیچے نہایت خوبصورتی سے واقع ہیں۔ ایک حصہ پہاڑ کے دامن میں ہے اور دوسرا تحصیل کی طرف اور تیسرا مغرب کی سمت ایک علیحدہ آبادی کے گرد واقع ہے جسے پیر شیخ اسمعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کہتے ہیں۔ یہاں ایک اور خانقاہ شیخ برہان کے نام سے مشہور ہے جسے ہندو اور مسلمان دونوں تعظیم و تکریم کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ چنیوٹ کے لوگ نجاری اور لکڑی پر نقش و نگار کرنے میں مشہور ہیں۔ کہتے ہیں کہ روضہ تاج محل (ممتاز محل) کی تعمیر کے لئے چنیوٹ کے بہت سے کاریگر اور معمار طلب کئے گئے تھے

ماخوذ از گزیٹیر ضلع جھنگ مرتبہ گورنمنٹ پنجاب

کی عبارت یہ ہے کہ ”از شیخ زادہ ہاے قصبہ چنیوٹ مضاف صوٹ  
لاہور است و اصلش از بنی تمیم قریش“

سعد اللہ خاں ابتداءے عمر سے تحصیل علوم و فنون کے  
واسطے لاہور چلے آئے تھے جو اُس زمانہ میں علما اور فضلا  
کی کثرت کے باعث ایک عظیم الشان اسلامی دارالعلوم  
کا کام دے رہا تھا اور جہان شائقین علم و فضل دور دور  
سے آکر فیضیاب ہوتے تھے۔ اسی وجہ سے وہ ملاً سعد اللہ  
لاہوری مشہور ہیں اور اسی سبب سے اکثر مؤرخین نے  
انہیں لاہوری لکھا ہے۔ خلیفہ محمد حسین صاحب اپنے اسی  
نوٹ میں جس کا کچھ حصہ اوپر نقل کیا گیا تحریر فرماتے ہیں  
”سعد اللہ خاں کو عہد شاہجہانی کے بعض مؤرخوں نے  
لاہور اور بعض نے چنیوٹ کا رہنے والا بیان کیا ہے جو  
پنجاب کے ضلع جھنگ میں ایک پرانا قصبہ ہے۔ لیکن میرے  
ایک دوست جو جھنگ کے اکسٹراسٹنٹ کمشنر ہیں بعد

۱۵ یہاں سے صاف ظاہر ہے کہ سعد اللہ خاں صاحب صدیق اکبر حضرت ابوبکر بن  
ابوقحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں اگر نہ تھے تو ان کے ہم قبیلہ ضرور تھے کیونکہ  
خلیفہ اول بھی بنی تمیم تھے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہجہاں کو بھی اپنے  
دادا کی مردم شناس آنکھ کا حصہ عطا ہوا تھا جس کی مدد سے اپنی وزارت کے لئے نظر

تحقیقات کے لکھتے ہیں کہ اصل میں وہ تپرا کے رہنے والے تھے جو ایک موضع چنیوٹ کے شمال میں پانچ کوس کے فاصلہ پر ہے۔ مگر اپنے زمانہ امارت میں انہوں نے البتہ چنیوٹ کو اپنا وطن بنا لیا تھا،

خواجہ بختاور خان عالمگیری نے اپنی تاریخ مرآة العالم میں تحریر کیا ہے کہ ”جس زمانہ میں سعد اللہ خاں سجالت افلاس و پریشانی تحصیل علوم و فنون میں بمقام لاہور مشغول تھا۔ اکثر ملا خواجہ نامی ایک مشہور درویش کی خدمت میں واسطے کسب علوم باطنی و تصفیہ قلب کے حاضر ہوتا۔ ملا خواجہ کو

ملا خواجہ رحمۃ اللہ علیہ جن کا خاص وطن صوبہ بہار تھا میاں میر قدس سرہ کے مرید تھے۔ عالم جوانی میں کسب علوم کے واسطے لاہور تشریف لائے تحصیل علم کے بعد میاں میر سے بیعت کر لی۔ اور ریاضات و مجاہدات میں مشغول ہوئے شاہجہاں کو ملا خواجہ کے ساتھ خاص عقیدت تھی۔ خواجہ بختاور خان عالمگیری نے مرآة العالم میں سجالہ دربار خان ناظر شاہجہانی تحریر کیا ہے کہ ایک دفعہ شاہجہاں بایام قیام لاہور حویلی دارا شکوہ میں تشریف لائے واپسی کے وقت دربار خان ناظر سے فرمایا کہ تم ملا خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرو کہ شاہجہاں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا چاہتا ہے۔ دربار خان جس وقت ملا صاحب کے حجرہ میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ ملا صاحب ابھی باہر چلے گئے ہیں اور ایک ٹوٹے سے حجرہ میں جو سر راہ واقع ہے رہتے ہیں۔ (باقی دیکھو صفحہ آئینہ)

بھی سعد اللہ خاں سے خاص انس ہو گیا تھا۔ ایک دن حالت جذب میں اپنے مریدوں سے کہا کہ وزیر شہنشاہ ہند کو بلاؤ۔ حاضرین ملا کے اس تعجب انگیز فقرہ کو سن کر سخت متعجب و متحیر ہوئے اور ان کی سمجھ میں نہ آیا کس کی طلبی کا ارشاد

(بقیہ حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۴) تھوڑی دیر میں بادشاہ کی سواری بھی آن پہنچی۔

دربار خان نے عرض حال کیا۔ شاہجہاں نے کہا کہ تم ہمیں کھڑے رہو جب ملا صاحب آئیں ہمارا سلام کیجئے یہ مصرع عرض کر دینا ۵ طاقت مہماں نداشت خانہ بہماں گذشتہ شاہجہاں کے جانے پر تھوڑی دیر میں ملا خواجہ آگئے اور یہ پیام شکر فرمایا کہ حضرت نے بڑی غیب نوازی فرمائی مگر میں عمداً کنارہ کر گیا تھا تاکہ حضرت تکلیف نہ فرمائیں اور لوگوں کے ہاتھوں سے میری ڈاڑھی کے بال سلامت رہیں مگر میں اس پیام کا جواب کُل دوگنا دوسرے دن ملا صاحب تن تہما دیوان عام میں علحدہ سب کے بیچھے ایک کنارے اکھڑے ہوئے دربار خان ناظر نے دور سے دیکھ کے فوراً پہچان لیا اور جلدی سے دوڑ کے شاہجہاں کو خبر کی۔ بادشاہ سنتے ہی خوش ہو گیا اور دربار عام برخواست کر کے ملا صاحب سے خلوت میں ملاقات کی۔ ایک دن بہت سے درویشوں کا مجمع تھا اور مسئلہ وحدت وجود کی بحث چھڑی ہوئی تھی اور کچھ فیصلہ نہ ہوتا تھا۔ ملا صاحب خاموش بیٹھے تھے کہ یکایک اٹھ کھڑے ہوئے اور آگ میں جو زور شور سے قریب ہی جل رہی تھی جا بیٹھے اور بڑی دیر تک بیٹھ کے جوں کے توں نخل آئے ایک بال بھی بیکانہ ہونے پایا تھا اور فرمایا بس یہی جواب ہے پھر کسی نے دم نہ مارا۔ اسی طرح بہت سے خوارق عادات ملا صاحب کے مشہور ہیں۔ اوائل عہد عالمگیری میں شہزادہ تھا کہ ملا صاحب لاہور کے باغ فیض بخش کی سیر کو تشریف لے گئے اور باغ میں دو تین مرتبہ فرمایا کہ ”مرامی طلبند“ اور اسی وقت اس دار ناپائدار سے انتقال ہوا

۴ فرمایا اور متصل مقبرہ اپنے پیر کے جو موضع عیاش پور متصل عالم گنج لاہور میں ہے مدفون ہوا

ہے۔ نہایت ادب سے دریافت کیا تو جواب ملا کہ ملا سعد اللہ کو بلاؤ۔ مثل مشہور ہے ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات ہوتے ہیں خدا کی قدرت دیکھئے کہ ملا خواجہ کی یہ پیشیں گوئی جس کے پورا ہونے کی اُس وقت بظاہر کوئی اُمید نہیں ہو سکتی تھی آخر میں صحیح ثابت ہوئی۔ باوجود بہت سی تاریخوں کی ورق گردانی کے بھی یہ پتا نہیں چلا کہ سعد اللہ خاں نے کن کن علما و فضلا سے فیض حاصل کیا اُن کے افلاس کی حالت سے قیاس کیا جاتا ہے کہ اُنہوں نے حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے اصول ۵

تمتخ زہر گوشہ یافتم | زہر خرنے خوشہ یافتم

کی تقلید میں مختلف علما و فضلا سے استفادہ کیا۔ علامی ابو الفضل کے شاگرد رشید ملا عبد الحمید لاہوری نے بادشاہانہ میں بوقائع شہنشاہ لکھا ہے ”ملا سعد اللہ لاہوری حافظ قرآن مجید اور فضائل و کمالات عقلی و نقلی سے آراستہ و پیراستہ اور حسن تقریر اور لطف تحریر اور رسائی فہم و ذکا اور کثرت معلومات میں اپنا نظیر نہیں رکھتا“ اور ایک اور مقام پر یوں لکھا ہے ”علامہ زماں فہامۃ العصر سعد اللہ خاں

علم معقول اور منقول کا فاضل عقل و دانش اور فرط معلومات اور فصاحت و بلاغت میں عقلاے زمانہ سے بازی لیگیا ہے،

سعد اللہ خاں کا دربار شاہجہانی میں داخل

ہو کر روز افزوں ترقی کرنا

جب اس فاضل کے علم و فضل اور کمالات ظاہری و باطنی کی شمیم روح افزا نے لاہور کی محدود چار دیواری سے نکل کر دور و دراز ممالک کے مشام جان کو معطر کر دیا تو سنہ ۱۱۸۷ھ میں اُس کا آفتاب اقبال دربار شاہجہانی میں طلوع ہوا۔

معنی نہ رہے کہ اُس زمانہ میں جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں سلاطین ہند و ایران میں اکثر علمی چوٹیں چلا کرتی تھیں چنانچہ حضرت عرش آیشانی شاہنشاہ اکبر کے عہد میں سلطان عباس فرماں رواے ایران نے ملا وحید طاہر عجمی کی یہ رباعی دربار گہر بار اکبری میں بھیجی۔ رباعی

رومی بہ سنان و تیغ و خنجر نازد  
عباس بہ ذوالفقار حیدر نازد

زنگی بہ سپاہ و خیل و لشکر نازد  
اکبر بہ خزینہ پُر از زر نازد

رہ آشیانی اس رباعی کو سن کے کچھ چپیں بجبیں ہوئے اور  
 بیل ہندوستان ملک الشعرا فیضی کی طرف نگاہ کی یہاں کیا  
 تھا معشوق کی ترچھی نظروں سے تاڑ گئے کہ مزاج دشمنوں  
 کا بگڑا۔ پانچ منٹ بھی نہیں گزرنے دئے کہ ہاتھ جوڑ کر  
 عرض کی کیا بندگان عالی نے اس رباعی کا جواب نہیں سنا  
 اور فی البدیہہ کہا۔ رباعی

فردوس یہ سلسبیل و کوثر نازد	دریا بہ گھر فلک پہ اختر نازد
عباس بہ ذوالفقار حیدر نازد	کونین بہ ذات پاک اکبر نازد

اللہ اکبر حاضرینِ دربار اس برجستہ اور شستہ و رفته کلام کو سُنکے  
 پھڑک گئے اور یہ رباعی لکھو کے شاہ ایران کے سفیر کو  
 دیدی گئی کہ اپنے بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کر دینا۔

اسی طرح عمد شاہجہانی میں ایران کے بادشاہ نے شاہجہاں  
 کو لکھا کہ جہان میں بہت سے ملک اور بہت سے بادشاہ  
 ہیں تم جمیع ممالک کے فرماں روا کب ہو جو اپنا لقب شاہجہاں  
 رکھ لیا ہے۔ شاہجہاں نے فضلاے دربار کو حکم دیا کہ اس  
 تحریر کا معقول جواب سوچ کر حضور میں عرض کریں۔ اس  
 زمانہ میں بقول صاحبِ ملاحظہ مقال سعد اللہ خان شیخ

عبد المؤمن سنبھلی کے لڑکوں کی تعلیم و تربیت پر جو شاہجہاں  
 کے دربار میں دیوان<sup>۱۵</sup> تن کے منصب پر سرفراز تھے مقرر تھے۔  
 اور اُن کی رفاقت میں رہتے تھے۔ چنانچہ سعد اللہ خاں کو  
 شیخ عبد المؤمن کی زبانی یہ حال معلوم ہوا تو اُن سے کہا  
 کہ اگر دربار شاہجہانی میں میری رسائی ہو تو اس معتمہ کو میں  
 حل کر سکتا ہوں۔ دیوان نے بادشاہ کے حضور میں یہ بات  
 پہنچائی اور وہاں سے سعد اللہ خاں کی طلبی ہوئی۔ خانصاحب  
 نے دربار میں پہنچ کے عرض کی کہ جہان<sup>۱۶</sup> اور ہند کے اعدا  
 بقاعدہ اسجد مساوی ہیں پس شاہجہاں سے دراصل شاہ ہند  
 مراد ہے۔ شاہجہاں کو یہ جواب بہت پسند آیا اور یہی  
 سعد اللہ خاں کے دربار شاہجہانی میں پہنچنے اور قرب و منزلت  
 کا باعث ہوا۔

ملاً عبد الحمید لاہوری اور محمد صالح کنبوہ اور خانی خاں وغیر

۱۵ غیاث اللغات اور لغات کشوری سے معلوم ہوتا ہے کہ دیوان تن کی  
 اصل دیوان تنخواہ ہے یعنی تن محقق ہے تنخواہ کا۔ وارث علی

۱۶ یہ مطلب اس شعر کے ذریعہ سے ادا کیا گیا ۵

ہند و جہاں زروے عدد چون برابرست برشہ خطاب شاہجہاں زان مقررست  
 ۱۷ محمد افضل سرخوش نے اپنی کتاب کلیات الشعرا میں جو ۱۸۸۷ء کی تالیف  
 ہے اس واقعہ کو مشہور شاعر ابو طالب کلیم کی طرف منسوب کیا ہے۔

شاہجہانی عہد کے مشہور اور مستند مورخین نے اس بات کو اپنی اپنی تاریخوں میں درج نہیں کیا بلکہ سب نے بالاتفاق یہ لکھا ہے کہ شاہجہاں نے سعد اللہ خاں کے علم و فضل اور دیگر اوصاف حمیدہ کی شہرت سنکر موسوی<sup>ؒ</sup> خاں صدر الصدور کو حکم دیا کہ ملا سعد اللہ کو طلب کر کے ہمارے دربار میں پیش کرو۔ انہوں نے سعد اللہ خاں کو بلا کے ۱۷ رمضان ۱۰۳۰ھ کو

۱۰ موسوی خاں صدر الصدور سادات مشہد مقدس میں سے تھے عہد جہانگیری میں شاہی ملازم ہوئے۔ پندرہویں سال جلوس جہانگیری میں داروغہ آبدار خانہ مقرر ہوئے اور ترقی پا کر اخیر عہد جہانگیری میں صدارت کل کے معزز عہدے پر بمصوب دو ہزاری پانصد سوار مرفراز ہوئے۔ شاہجہاں کے عہد میں چار ہزار منصب تک ترقی پا کر ۱۷ یا ۱۸ صفر ۱۰۳۰ھ میں انتقال کیا۔ اگرہ میں جو محلہ فی زمانہ کچہری گھاٹ کے نام سے موسوم ہے وہاں انہیں موسوی خاں کی کچہری جٹا کے کنارے واقع تھی یہی اُس کی وجہ تسمیہ ہے ۱۲

۱۱ عہد شاہی میں صدر الصدور یا صدارت کل ایک معزز عہدے کا نام تھا۔ تمام مذہبی اوقات اور مذہبی جاگیرات کا انتظام اسی عہدہ دار کے متعلق ہوتا تھا۔ علما و فضلا و مشائخ و سادات کے حصے اور وظائف اور اراضی مدد معاش کے معاملات بذریعہ صدر الصدور طے ہوتے تھے ۱۲

۱۳ خانی خاں نے منتخب اللباب میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس سے پہلے بھی سعد اللہ خاں ایک مرتبہ دربار شاہجہانی میں آئے تھے۔ بادشاہ نے حسب قاعدہ اُن کا روزانہ وظیفہ مقرر کرنا چاہا لیکن سعد اللہ خاں نے اُس کے لینے سے انکار کیا ۱۲

شاہجہاں کی خدمت میں پیش کیا۔

سلاطین ایشیا اور خصوصاً مسلمانوں میں کوئی شخص صرف علم و فضل اور قلم کے زور سے سلطنت کا کوئی اعلیٰ عہدہ نہیں حاصل کر سکتا تھا بلکہ جو شخص فنونِ حرب میں اپنے آپ کو جس لیاقت کا ثابت کرتا اسی کے مطابق وہ سلطنت کے ملکی عہدے پانے کا مستحق خیال کیا جاتا تھا۔ ہندوستان کے سلاطین چغتائیہ میں ایشیا کے اس دستور العمل کی اس سختی سے پابندی ہوتی تھی کہ خاص شاہزادوں کو بھی جب تک وہ کسی مہم پر مامور ہو کر اپنے آپ کو فنونِ حرب کا ماہر نہ ثابت کر لیں کسی منصب پر مقرر نہ کیا جاتا تھا۔ جس طرح ہمارے اس گئے گذرے زمانہ میں ملازمت کے واسطے مختلف لیاقت و اسناد قابلیت کی ضرورت ہے اسی طرح اس عہد میں جملہ خدمات کے واسطے خواہ وہ ملکی ہوں یا فوجی فنونِ حرب کی واقفیت کی ضرورت تھی۔ عہد اکبری سے وہ باشی (دس سواریوں کا افسر یا جمعدار) سے لیکر پنج ہزاری تک کے منصب مقرر تھے۔ شاہجہاں کے عہد میں ہفت ہزاری تک ترقی ہوئی۔ منصب کے مطابق تنخواہیں تھیں اور تنخواہ

کے عوض میں اسی محاصل کی جاگیر عطا ہو جاتی تھی۔ انہیں اہل سیف میں سے ہر شخص اپنی لیاقت کے مطابق ملکی عہدوں اور اہل قلم کے کام پر مامور کیا جاتا تھا۔ لیکن لڑائی کے وقت جس جس کا نام تجویز کیا جاتا خواہ وہ اہل سیف سے ہو یا اہل قلم سے سب کو بلا عذر شریک جنگ ہونا پڑتا تھا۔ علما اور مشائخ اور آئمہ مساجد اور دیگر صاحب کمال شرفا کے واسطے جاگیر بنام مدد معاش مقرر ہو جاتی تھی اور وہ خدمت سے معاف تھے۔

سعد اللہ خاں جو بہ حیثیت ایک عالم و فاضل کے دربار شاہجہانی میں پیش ہوئے حسب قاعدہ مقررہ ان کی جاگیر بطور مدد معاش کے مقرر ہونی چاہئے تھی۔ لیکن بادشاہ نے جو قدردان اور کمال کا جوہری تھا قیافہ شناسی کی کسوٹی سے اس نوجوان فاضل کی استعداد کار دانی اور کارگزاری کا حال معلوم کر کے خلعتِ خاصہ اور طویلیہ خاص سے گھوڑا مرحمت فرمایا۔ اور بزمۂ بندگان خاص منسلک فرما کر خدمتِ عوض مکرر پر متعین فرمایا۔ یہ وہ خدمت تھی جس پر سوائے معتمدانِ خاص اور امراءِ تجربہ کار کے اور کوئی نہیں مقرر ہو سکتا تھا۔

سعد اللہ خاں نے اس عہدے پر مقرر ہو کے جس عجلت سے ترقی کی وہ نقشہ ذیل سے ظاہر ہوگی۔

پندرہویں سال جلوس شاہجہانی ۱۵۲-۱۵۱ھ میں منصب ہزاری دو صد سوار اور خطاب خانی عطا ہو کر داروغگی دولتخانہ خاص پر تقرری ہوئی  
سولہویں سال ۱۲ ربیع الثانی ۱۵۳ھ کو ایک فیل طویلہ خاص سے حرمت ہوا اور پانچ سو سوار کی میثی ہوئی۔

سترہویں سال ۱۸ رمضان ۱۵۳ھ کو خلعت خاصہ عطا ہوا اور منصب دو ہزاری پانصد سوار مقرر ہو کر خدمت میرسامانی مرحمت ہوئی۔  
اٹھارہویں سال ۸ شوال ۱۵۴ھ کو خلعت عطا ہو کے منصب دو ہزار پانصدی شش صد سوار مقرر ہوا۔

اسی سال ۲۴ ذیقعدہ ۱۵۴ھ کو پانصدی ذات کا اضافہ ہوا۔  
اسی سال ۹ ربیع الثانی ۱۵۵ھ کو منصب سہ ہزاری پانصدی ہشت صد سوار مقرر ہوا۔

انیسویں سال ۳ جمادی الثانی ۱۵۵ھ کو بمقام کشمیر خلعت خاصہ اور قلمدان مرصع مرحمت ہو کر منصب چار ہزاری ہزار سوار مقرر ہوا اور دیوان خالصہ کی خدمت عطا ہوئی۔

ابتداء سے چار برس دس مہینے اور چار دن کے بعد ۲۱ رجب

شہنشاہ کو کشور ہند کے سب سے بڑے اور معزز عہدے  
دیوان اعلیٰ اور وزیر اعظم پر مقرر ہو کے خلعت خاصہ اور جھنڈ  
مرقع مع پھول کٹارہ کے مرحمت ہوا۔

اس قلیل مدت میں سعد اللہ خاں کا وزارت کے معزز عہدے  
پر پہنچ جانا اُس کی عام قابلیت اور مدبری اور شاہجہاں کی قیافت  
شناسی قدر دانی اور کمال پروری کی بہت اچھی دلیل ہے۔  
سعد اللہ خاں کے اوصاف حمیدہ و حسن تدبیر نے شاہجہاں  
کے دل میں جو اثر پیدا کیا تھا وہ ذیل کے معتبر بیان سے  
بخوبی ظاہر ہوتا ہے۔

صاحب آثار الامرا تحریر فرماتے ہیں کہ خاندوراں خاں صوبہ دار  
دکن کی وفات کی خبر جب دربار میں پہنچی تو شاہجہاں نے  
اسلام خان مشہدی سے جو اُس وقت وزیر اعظم تھے فرمایا  
کہ خانصاحب دکن کی صوبہ داری کے لئے کسی کو تجویز کرو۔  
اسلام خان یہ سُنکر اپنے مکان پر چلے آئے اور اپنے مشیروں  
سے آکے صلاح لی کہ دکن کی صوبہ داری کے لئے میں بادشاہ  
سے درخواست کروں گا تم لوگوں کی کیا رائے ہے سبھوں نے  
بالاتفاق تعجب سے جواب دیا کہ ایسے معزز عہدے یعنی

وزارت اعظم کو چھوڑ کے حکومت دکن پر جانا دانائی سے بعید ہے۔ اسلام خاں نے کہا بیشک تمہاری رائے درست ہے۔ لیکن بادشاہ سعد اللہ خاں کا لوٹا مان گیا ہے اور ہر وقت اُس پر خاص عنایت کی نظر ہے اُس کا دلی منشا یہ ہے کہ سعد اللہ خاں وزیر اعظم ہو صرف موقع کی تلاش تھی اب کہ دکن کی صوبہ داری خالی ہوئی بادشاہ نے محض اس غرض سے مجھ سے دریافت کیا کہ میں خود اپنے منہ سے دکن جانے کی آرزو ظاہر کروں۔ بہتر ہے کہ میں ایسا ہی کروں اس میں میری بات بھی رہ جائے گی اور سعد اللہ خاں پر احسان رہیگا۔ اور اگر بادشاہ نے اپنی رائے سے سعد اللہ خاں کو وزیر اعظم کر کے مجھے وہاں بھیجا تو ناحق ذلت ہوگی۔ پس اسلام خاں اسی دن شام کو شمشیر و سپر حائل کر کے خلافت معمول بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضور صوبہ داری دکن کی تمنا اس وقت مجھے کشاں کشاں لے آئی ہے۔ بادشاہ خوش ہو گیا اور فرمایا کہ اچھا پھر اپنی جگہ کے واسطے تم بنے کسے تجویز کیا ہے۔ اسلام خاں نے آداب بجا لاکے عرض کی کہ جہاں پناہ اس عہدے کے لئے

سعد اللہ خاں سے بہتر میں کسی کو نہیں پاتا بادشاہ نہایت  
خوش ہوا اور اسلام خاں کی تجویز کی نہایت تعریف کی۔  
چنانچہ اسلام خاں تو خوشی بخوشی دکن روانہ ہو گئے اور  
سعد اللہ خاں مسند وزارت اعظم پر جلوہ افروز ہوئے۔

ناظرین آپ نے دیکھا کہ یہ اعتبار عہدے اور عزت کے  
تو ہمارے خان والا شان کو معراج حاصل ہو گئی اب اس  
سے اعلیٰ درجہ بادشاہ کے اختیار میں کوئی نہیں ہے جو انہیں  
دے اور یہ ترقی شاہی نوکری کی ابتدا سے پانچ برس سے  
کم عرصہ میں حاصل ہو گئی قدر دانی اور بیدار مغزی اس کا  
نام ہے نہ کہ سچاس سچاس برس ایک ہی جگہ اڑیاں رگڑا کرو  
اور کوئی خبر نہ ہو۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ لیکن چونکہ  
ترقی بلحاظ منصب فوجی عمل میں آتی تھی جس کی انتہا اُس  
عہد میں ہفت ہزاری تک تھی لہذا بتواریخ ذیل اُن کی فوجی  
ترقی عمل میں آئی۔

۱۵۔ رمضان ۱۰۵۵ھ کو منصب پنج ہزاری ذات دو ہزار سوار مقرر ہوا  
اور علم و نقارہ جو اُس عہد میں سب سے زیادہ امارت کی دلیل تھی

عطا ہوا۔

۱۴- ذی الحجہ ۵۵۵ھ کو منصب شش ہزاری دو ہزار سوار مقرر ہوا۔

اور ایک ہاتھی اور ہتھنی مع سازطلائی مرحمت ہوئے۔

۸- ربیع الثانی ۵۵۶ھ کو منصب شش ہزاری سہ ہزار سوار مقرر ہوا۔

۴- جمادی الثانی ۵۵۶ھ کو منصب شش ہزاری چار ہزار سوار مقرر ہوا۔

۵- شعبان ۵۵۶ھ کو منصب شش ہزاری پنج ہزار سوار مقرر ہوا۔

۸- شوال ۵۵۶ھ کو منصب شش ہزاری ذات شش ہزار سوار مقرر ہوا۔

۸- ربیع الثانی ۵۵۷ھ کو منصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار مقرر ہوا

اور ایک عربی النسل گھوڑا مع سازطلائی کے طویدہ خاں سے مرحمت ہوا

۲۴- ربیع الاول ۵۵۸ھ کو سواران موجودہ میں ایک ہزار سوار دو اسپہ سے اسپہ

قرار پائے۔

۵۹ھ میں بہ ایام روانگی قندھار دو ہزار سوار دیگر دو اسپہ سے اسپہ

مقرر ہوئے۔

۵۸ھ میں انتہائے ترقی تھی یعنی ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار منجملہ

اُن کے پانچ ہزار سوار دو اسپہ سے اسپہ مقرر ہو کر دو کروڑ دام

سالانہ انعام کی ٹھہری۔

سعد اللہ خاں صاحب کی تنخواہ

تنخواہ سعد اللہ خاں کی بارہ کروڑ دام سالانہ تھی اور دو کروڑ

دام سالانہ الغام ملتا تھا۔ یہ چودہ کروڑ دام سالانہ ہوا جس کے ۳۵ لاکھ روپیہ سالانہ ہوتے ہیں۔ مگر ایام جشن یا کسی اور خاص کارگزاری کی حالت میں جو الغام و اکرام مرحمت ہو جاتے تھے وہ اس کے علاوہ ہیں۔

سعد اللہ خاں کی ملکی خدمات - عدل و انصاف - اور اُس کے عہد وزارت کے چند

### دلچسپ واقعات

اس عالی دماغ مدبر کے حالات زندگی کی نہایت دلایز تصویر ہے جس سے اُس کا نام نامی آئندہ نسلوں میں ہمیشہ عزت و ادب کی نگاہ سے دیکھا جائیگا۔ اور جن اوصاف و خوبی کی وجہ سے تمام مورخین نے بالاتفاق تعریف و توصیف کے مضع سہرے اُس کے سر پر باندھے ہیں وہ اُس کی دیانت و امانت - رعایا پروری - عدل و انصاف وغیرہ اوصاف حمیدہ ہیں۔ اس انصاف و عدل کے صاحب کمال جوہری نے بادشاہ اور رعایا کے باہمی معاملات کو ہمیشہ اپنی میزان عدل میں سونے کی تول تولاً۔

عہد اکبری میں راجہ ٹوڈر مل۔ خواجہ مظفر علی الملقب  
 بہ مظفر خان۔ خواجہ شاہ منصور۔ اور جہانگیر کے زمانہ میں  
 اعتماد الدولہ وغیرہ بڑے بڑے قابل معاملہ فہم اور کار گزار  
 دیوان تھے۔ مگر جن لوگوں نے کتب تاریخ کو بغور دیکھا ہے۔  
 اُن پر پوشیدہ نہیں کہ شاہی مطالبہ کی تشخیص میں یہ لوگ  
 سخت گیری کے دھبے سے پاک نہیں۔ اور یہی وجہ ہے  
 کہ ان کے اختیارات کے مقابلہ میں دل جلی رعایا نے اپنے  
 دل کے پھپھولے پر زور قلم کی نوک سے بھپوڑے ہیں۔  
 مثلاً کسی دل جلے نے راجہ ٹوڈر مل کی نسبت یوں کہا ہے۔

آنکھ شد کارہند ازو محنت	راجہ راجہاست ٹوڈر مل
-------------------------	----------------------

خواجہ مظفر علی جب سلطنت میں دیوان ہوئے تو لوگوں  
 نے اُن کی تقرری کی تاریخ لفظ ظالم میں نکالی۔ اہل ظرافت  
 میں یہ شعر مشہور چلا آتا تھا۔

سب کاشی بہ از خراسانی	گرچہ صد بار سگ ز کاشی بہ
-----------------------	--------------------------

دل جلوں نے جو ان کی سختی کی وجہ سے بہ نسبت راجہ  
 ٹوڈر مل کے ان سے زیادہ جل رہے تھے اس شعر کی  
 یوں اصلاح کی۔

سگِ راجہ بہ از مظفر خاں | گرچہ صد بار سگ ز راجہ بہ

خواجہ شاہ منصور کا نام یار لوگوں نے دمدار ستارہ رکھا تھا۔ جس وقت کوچہ و بازار میں اُن کی سواری نکلتی تو لوگ اشاروں اور کنایوں میں لعنت و نفرت کے طوق اُن کے گلے میں ڈالتے۔ اُس زمانہ کے شاہی خیرخواہ تو درکنار ہمارے اس زمانہ کو تمدن و تہذیب کا بڑا دعویٰ ہے اور یوں بھی جب سے اب تک دنیا کی عمر میں تین سو برس کی زیادتی ہو گئی ہے اُسے بہت سا تجربہ حاصل ہو جانا چاہئے مہذب گورنمنٹیں اپنی تہذیب و کمال پر ناز کیا کریں مگر یار لوگ تو سرکاری خیرخواہی میں غریب رعایا کا بھیجا کھا ہی جاتے ہیں اور گورنمنٹ کی خوشی کے لئے تشخص مطالبہ جات سرکاری میں گورنمنٹ ہی کے پلڑے کو بھاری رکھتے ہیں۔ برخلاف اس کے ہمارے خاندان نے اپنی وزارت کے زمانہ میں رعایا اور مساکین کے فائدے کو مدنظر رکھا اُن کا قول تھا کہ اجراءِ بدعت و مردم آزاری میں ہرگز ہرگز کفایت نہیں ہوتی بلکہ رعایا کی غمخواری اور دلدادگی باعثِ افزونی خزانہ شاہی ہے اور رب العالمین بھی اس سے خوش

ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سعد اللہ خاں کو کبھی کسی نے  
بڑا نہیں کہا نہ اُن کی نسبت سبک الفاظ مستعمل کئے۔

خانی خان نے لکھا ہے کہ سعد اللہ خاں میں بہترین صفت  
یہ تھی کہ وہ معاملات مالی و ملکی کو نہایت دیانت و امانت  
سے سرانجام دیتے تھے۔ تمام مدت وزارت میں اُن کا قلم  
بدعت و مردم آزاری پر نہیں اُٹھا بلکہ وہ اُن مقدمات اور  
محاسبات کو رفع دفع کر دیتے تھے جن میں رعایا اور مساکین  
کا نقصان ہوتا تھا۔

اکبر کے مشہور وزیر ابو الفضل نے آئین اکبری اور اکبرنامہ  
لکھ کے اگرچہ ہزاروں برس کی اس خام خیالی کو کہ صرف  
ایک ہی شخص یعنی شاہ وقت ہی سب کچھ ہے اور سوا  
اُس کے اور کوئی شخص اس قابل نہیں کہ مؤرخ اُس کا ذکر  
کرے دور کرنے کی کوشش کی مگر افسوس ہے کہ آئندہ  
مؤرخین نے پورے طور سے ابو الفضل کی پیروی نہیں کی۔  
یہی وجہ ہے کہ آج ہم سعد اللہ خان کے مفصل انتظامی حالات  
اور جزئیات بیان کرنے سے معذور ہیں۔

شاہجہانی اور عالمگیری عہد کے جملہ مؤرخ اس بات میں

متفق اللفظ ہیں کہ ہندوستان نے سعد اللہ خاں کے عہد وزارت میں بہت رونق پائی اور شاہجہاں کے مزاج میں اُن کا ایسا رسوخ اور اعتبار تھا کہ سوائے مقدمات وزارت کے جملہ امور کلی و جزئی اور مالی و ملکی انہیں کی رائے اور مشورے سے انجام پاتے تھے اور شاہجہاں کو اُن سے ایسی محبت تھی کہ تمام ایام وزارت میں اُس نے انہیں چار پانچ مرتبہ سے زیادہ اپنی آنکھ سے اوجھل نہیں ہونے دیا۔

سعد اللہ خاں کے حسن انتظام سے محاصل میں جو بیشی ہوئی اُس کی تصدیق ملاً عبد الحمید لاہوری مؤلف بادشاہ نامہ کی اس تحریر سے ہوتی ہے۔

عہد شاہجہانی کی آمدنی اور خرچ

شاہجہاں کی تخت نشینی کے وقت کل ملکی آمدنی ۱۷ کروڑ ۵۰ لاکھ روپیہ اور محالات خالصہ کی آمدنی صرف ۵۰ لاکھ روپیہ تھی۔ ڈیڑھ کروڑ روپیہ خالصہ شاہی میں اس تفصیل سے خرچ ہوتا تھا کہ ۵۰ لاکھ روپیہ آمدنی خالصہ سے اور ایک کروڑ روپیہ خزانہ عامرہ سے۔

اس مبارک عہد کے عدل و انصاف سے ملک ایسا

سرسبز و شاداب ہوا کہ یوماً فیوماً داخل میں ترقی اور مخارج میں زیادتی ہونے لگی۔ چنانچہ بیسویں سال جلوس شاہجہانی میں ملکی آمدنی ۲۲ کروڑ ۹ لاکھ اور خالصہ شاہی کی آمدنی ۳ کروڑ روپیہ تھی۔ اسی حسن انتظام کا نتیجہ تھا کہ شاہجہاں نے اپنے عہد کے بیسویں سال تک علاوہ اخراجات ملکی کے ۲۳ کروڑ ۹۶ لاکھ روپیہ بہ تفصیل ذیل عمارات و انعامات وغیرہ غیر معمولی اخراجات میں صرف کیا۔ اسپر بھی اخیر عہد میں ۲۴ کروڑ روپیہ نقد اور ۱۵ کروڑ روپیہ کا سونا چاندی اور جواہرات خزانہ شاہی میں چھوڑا:-

تفصیل اخراجات

سال اول جلوس میں بایام جشن تخت نشینی امرا اور سادات اور مشائخ اور شاہزادوں کو انعام مرحمت ہوا۔ ایک کروڑ ۸۰ لاکھ اس کے علاوہ چار لاکھ بیگہ زمین اور ۱۲۰ مواضعات۔

حاشیہ ۱۵ خانی خاں نے اس کی نسبت یوں لکھا ہے کہ ”بر عقلاً ظاہر است کہ اگرچہ در ملک گیری استقلال بہ از محمد اکبر بادشاہ رونق افزاے سلطنت ہندوستان در تیموریہ بنودہ آتا در بندوبست و تسق و فراہم آوردن خزانہ و آباد کاری ملک و قدر دانی سپاہ و رفاہ لشکر بہ از شاہجہاں در عرصہ پُر وسعت فرماں فرماے نہ گردیدہ“ ۱۲

۱۶ اخیر عہد میں ۲۳ کروڑ روپیہ تک بیشی ہوئی ۱۲

دوسرے سال سے بیسویں سال جلوس تک انعامات میں صرف ہوا۔ نوکرور ۶ لاکھ  
 مصارف جنگ بلخ و بدخشاں .. .. . ۴ کروڑ  
 تیاری عمارات میں .. .. . ۲ کروڑ ۶۰ لاکھ

عمارات کے خرچ کی تفصیل یہ ہے

روضہ تاج گنج	دیگر عمارات قلعہ آگرہ	قلعہ دہلی	جامع مسجد دہلی
۵۰ لاکھ	۶۰ لاکھ	۵۰ لاکھ	۱۰ لاکھ
عمارات لاہور	عمارات کابل	عمارات کشمیر	عمارات قندھار
۵۰ لاکھ	۱۲ لاکھ	۸ لاکھ	۸ لاکھ

عمارات احمد آباد و اجمیر  
 ۱۲ لاکھ

تیاری تخت طاؤس بقول بیورنیر جوہری .. .. . ۶ کروڑ ۵۰ لاکھ

میزان کل ۲۳ کروڑ ۹۶ لاکھ

محمد امین متصدی سورت یعنی رعایا پروری کا

ایک دلچسپ واقعہ

آج کل کے اکثر مؤرخ جو سلاطین اسلام کے عہد کے  
 ظلم و ستم کے من گھڑت افسانے اپنی جولانی طبیعت اور  
 تعصب کے تیز و تند اوزاروں سے گڑھ گڑھ کے مشہر  
 کرتے رہتے ہیں وہ ذرا چشم بصیرت سے تعصب کی پٹی ہٹا کر

اس رعایا پروری کے تاریخی واقعہ کو ملاحظہ فرمائیں۔

سلاطین اسلام کے عہد میں ایک بڑی ذمہ داری کا عہدہ  
 وقائع نگاری یعنی پرچہ نویس کا تھا۔ اس عہدہ پر نہایت  
 متدین اور ایماندار لوگ مقرر کئے جاتے تھے۔ ہر لشکر ہر صوبہ  
 کے صدر مقام ہر بندر گاہ اور بڑے بڑے مقامات میں وقائع  
 نگار متعین ہوتے تھے۔ اور یہ لوگ کسی صوبہ دار یا سپہ سالار  
 کے ماتحت نہ ہوتے تھے بلکہ اُن کا تعین براہ راست دربار  
 شاہی سے ہوتا تھا۔ وہ روزانہ ہر قسم کے واقعات قلمبند  
 کر کے اُس کی ایک نقل دربار شاہی میں بھیج دیا کرتے تھے۔  
 اس انتظام سے دربار میں ہر قسم کی خبریں بادشاہ کو برابر  
 پہنچا کرتی تھیں اور صوبہ دار اور امراء جو ممالک دور و دراز  
 میں متعین ہوتے تھے ان وقائع نگاروں کے خوف سے  
 کوئی امر خلاف قانون کرنے کی جرأت نہ کر سکتے۔ اور اس  
 امر کی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ امراء سے جب کوئی  
 فعل خلاف قانون صادر ہوا اور انہوں نے شاہی خوف  
 سے وقائع نگار کو طمع یا دھمکی دی کہ اس معاملہ کو پرچہ میں  
 درج نہ کرو تو وقائع نگاروں نے اُن کی کچھ پروا نہیں کی

اور اُن کی ایک نہیں مانی ہے۔ اور بعض موقعوں پر اپنے  
فرائض منصبی کو ایمانداری سے بجا لانے پر اپنی جان عزیز  
کھو بیٹھے ہیں۔

چنانچہ واقع سورت<sup>۱۵</sup> سے معلوم ہوا کہ محمد امین متصدی  
(حاکم) بندر سورت تشخیص مال و ابواب میں سختی اور ظلم  
کرتا ہے۔ دربار شاہجہانی سے فوراً اُس کی ضبطی جاگیر اور  
منصب کا حکم صادر ہوا۔ اور محمد امین گرز بردار کے ذریعہ  
سے گرفتار ہو کے دربار میں لایا گیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ  
سر دربار اس ظالم کی آستین میں سانپ چھوڑا جائے۔ چند  
امراء نے سفارش بھی کی مگر وہ نہایت سختی سے نا منظور  
کی گئی۔

اُس زمانہ میں سورت شاہجہاں کی سب سے بڑی بیٹی  
جہاں آرا بیگم کی جاگیر میں تھا۔ جو بیگم صاحبہ کے لقب سے  
موصوف اور عہد شاہجہانی میں سب سے زیادہ با اقتدار  
تھیں دربار کے متصدیوں اور محمد امین کے ہوا خواہوں نے

حاشیہ ۱۵ جس طرح آج ہمارے زمانہ میں بمبئی برب سے مشہور تجارتی شہر  
اور ہندوستان کا سب سے بڑا بندر گاہ ہے اسی طرح شانان مغلیہ کے  
عہد میں شہر سورت بندر گاہ تھا ۱۲

جب دیکھا کہ کسی طرح اُس کی جان بچتی نظر نہیں آتی تو بیگم صاحبہ کی خدمت میں پہنچ کے نہایت عجز و الحاح سے ایک رقعہ سفارشی لکھوایا۔ جب یہ رقعہ بادشاہ نے دیکھا ہے تو اُس کے غیظ و غضب کی کچھ انتہا نہ تھی۔ محمد امین کو تو حوالات میں بھیجا اور خود غصّہ سے کانپتے ہوئے محل میں گئے اور پیاری بیٹی کو سامنے بلا کے خوب ہی گھرکا جھڑکا اور فرمایا کہ تم لوگ ہمیں عدل سے سلطنت نہیں کرنے دیتے۔ حالانکہ بندر سورت تمہاری جاگیر میں ہے مگر تم ایسی اندھی اور بہری ہو کہ تم نے ایسے ظالم ناپاک کی سفارش مجھ سے کی جس نے محض اظہار خیر خواہی کے واسطے میری رعیت کو جو تم سے زیادہ مجھے پیاری ہے برباد کر دیا اور اس قدر تشنیں محصول میں سختی کی کہ بہت سے لوگوں نے مجبور ہو کے اپنے خورد سال بچوں کو فروخت کر کے سرکاری محصول ادا کیا۔ تمہیں یہ خبر نہیں کہ بندر گاہ سورت ہفت اقلیم کے لوگوں اور سوداگروں کے آنے جانے کی جگہ ہے جب قرب و جوار کے بادشاہوں کو اس حال کی اطلاع ہوگی تو وہ میرے اور تمہارے جنم میں کیا کیا تھوکیں گے اور میری کیسی بدنامی ہوگی اُدھر

رب العالمین کا غضب اگر نازل ہو جائے تو کچھ تعجب نہیں۔  
 کیا تم یہ نہیں جانتیں کہ مالگذار رعیت باعث آبادی ملک اور  
 موجب افزونی خزانہ و لشکر شاہی ہے۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ میں  
 شاہجہاں کی چہیتی بیٹی ہوں اگر پھر کبھی تم نے ایسے لوگوں  
 کی سعی سفارش کی یا میں نے تمہاری جاگیر میں ایسی انہونی  
 سنی تو جہاں آرا تھے وہ سزا دوں گا کہ زمانہ کانپ اٹھے گا۔  
 بیٹی کو اول تو محمد امین کے اس ظلم و ستم کی مطلق خبر  
 نہ تھی پھر باپ کے جو ایسے تیور پھرے دیکھے تو خوف سے  
 روکے قدموں پر گر پڑے اور معافی مانگی۔ شاہجہاں نکلا ہوا  
 پھر دربار میں چلا آیا اور حکم دیا کہ محمد امین کو میرے سامنے  
 لاؤ اور اسی وقت میرے سامنے سانپ اُس کی آستین میں  
 چھوڑا جائے تمام دربار ہل گیا کسی میں اتنی جرأت نہ تھی کہ  
 منہ سے ایک لفظ بھی نکالے۔ اسی حالت میں دیکھتے کیا ہیں  
 کہ سعد اللہ خاں کے نائب راجہ رگھوناتھ رائے نے زمین  
 خدمت کی پوجی اور نہایت عجز و انکسار سے دست بستہ  
 عرض کی کہ جہاں پناہ کی دولت و اقبال کا آفتاب ہمیشہ  
 خط نصف النہار پر رہے اگرچہ ظالم کی شفاعت کرنا خود بھی

اُس کے ظلم میں شریک ہونا ہے اور جو ایسی شفاعت کرے وہ خود سزاوار عقوبت ہے مگر بندگانِ عالی یہ تو خیال فرمائیں کہ مظلوم رعایا کا بہت سا روپیہ اس ظالم کے ذمہ ہے۔ جب تک بخوبی اُس کی تحقیقات ہو کے مظلوموں کا روپیہ واپس نہ ہو جائے اُس وقت تک اس کے قتل میں تاثر فرمایا جائے۔ شاہجہاں نے اس تقریر کو سنا اور محمد امین کو راجہ رگھناتھ کے حوالہ کر دیا کہ تحقیقات کے بعد جس قدر روپیہ رعیت سے زیادہ لیا گیا ہے واپس کرایا جائے۔ راجہ رگھناتھ اسے لے سزاوار شدید متعین کر کے جس جس سے جتنا جتنا روپیہ زیادہ وصول کیا گیا تھا واپس کرا دیا گیا۔

### رعایا کی خوش حالی

اس عدل و انصاف کی وجہ سے رعایا کی خوش حالی اور فارغ البالی کا یہ حال تھا کہ ایک موقع پر جبکہ شاہجہاں مع خدم و حشم ایک دریا سے عبور کر رہا تھا۔ رعایا میں سے کسی نے یہ آواز بلند کہا کہ اس بابرکت زمانہ میں جملہ نیکیاں موجود ہیں۔ بادشاہ عادل۔ وزیر اعظم جُرس۔ اہلکار متدین۔ خلق اللہ مرفہ حال۔ پس ان عطیاتِ ایزدی کا شکر بادشاہ

پر واجب ہے۔ اس آواز کو سن کے بادشاہ نے سواری کو روک لیا اور بندگانِ خاص کو بلا کے فاتحہ کے لئے ہاتھ اٹھائے اور خلوصِ دل سے بارگاہِ ایزدی میں شکر یہ ادا کر کے اُس شخص کو خلعت عطا فرمایا۔ سعد اللہ خاں نے عرض کی کہ ”مصالح بقدر خواہش و خواہش بقدر جوہر پاک ہم میرسد“ یعنی نیکیوں کی جس قدر خواہش کی جائے ہم پہنچتی ہیں اور نیکیوں کی خواہش اُسی قدر زیادہ ہوتی ہے جس قدر انسان کا اصل مادہ پاک ہوتا ہے۔ پس اگر آدمی کی اصل میں بھلائی کا مادہ زیادہ ہے تو نیکیوں کی خواہش بھی بہت ہوگی اور اگر کم ہے تو کم۔

سعد اللہ خاں کی وزارت کا ایک

جدید قاعدہ

۱۵  
سعد اللہ خاں کی وزارت سے پہلے یہ قاعدہ تھا کہ کروڑوں کو حق التحصیل فیصدی ۵ روپیہ سو روپیہ میں سے مجرا دیا جاتا تھا یعنی جب کروڑی سو روپیہ تحصیل کرے تو

۱۶ کروڑی کو اس زمانہ کی اصطلاح میں تحصیلدار سمجھنا چاہئے۔ ایک کروڑ دام کی تحصیل پر ایک کروڑی مقرر ہوتا تھا ۵ روپیہ فیصدی حق التحصیل کے حساب سے کروڑی کی سالانہ تنخواہ ساڑھے بارہ ہزار روپیہ ہوتے تھے۔ روپیہ کے ۴۰ دام

۹۵ روپیہ خزانہ شاہی میں داخل کرے اور ۵ روپیہ بطور حق تحصیل خود لیے۔ سعد اللہ خاں نے کفایت سرکار کے خیال سے یہ قاعدہ مقرر کر دیا کہ کڑوی جب ایک سو پانچ روپیہ تحصیل کرے تو پانچ روپیہ حق تحصیل کا مستحق ہے اگرچہ یہ ایک معمولی ترمیم تھی اور اس سے کڑویوں کی تنخواہ میں کچھ زیادہ گھٹانا نہ آیا لیکن چونکہ اس میں غریب کڑوی کا کچھ نہ کچھ نقصان تو تھا ہی بدیں وجہ سعد اللہ خاں عمر بھر نادام و نجل رہے اور ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ اُس دن میرا ہاتھ خشک ہو جاتا اور میں قلم ہاتھ میں نہ لے سکتا تو اچھا ہوتا۔

#### سعد اللہ خاں کا انصاف

عہد اکبری میں راجہ ٹوڈر مل نے یہ قاعدہ مقرر کیا تھا کہ عامل اور کڑویوں کی سو سے کم فاضل رقم حساب میں مجرا نہ دی جائے اور سو سے زیادہ فاضل مجرا ہو شاہجہاں کے عہد میں دیوان اور متصدیوں نے عاملوں کی فاضلات رقم مجرا دینے میں طرح طرح کی دقتیں عائد کر رکھی تھیں۔ جب فرد محاسبہ سعد اللہ خاں کے روبرو پیش ہوئی تو انہوں نے اُسپر یہ پُر معنی حکم تحریر فرمایا ”اے مستوفی مثل ہندی مشہور است

لینا لینا دینا دینا ہر گاہ ضابطہ سرکار چنان قرار یافتہ باشد کہ از صد بالا فاضل مجراست چرا بہ بدعت و دعائے بد عاقبتی برآ خود و ما راضی میشوی“ یعنی اے مستونی یہ ہندی مثل مشہور ہے کہ لینا لینا دینا دینا جب قاعدہ سرکار یہ مقرر ہے کہ سو سے زیادہ فاضل مجرا ہو تو کس واسطے اس بدعت اور ہمارے اور اپنے لئے دعائے بد عاقبتی پر راضی ہوتے ہو۔

معافی بقایاے مالگذاری

محالات خالصہ شاہی کی بقایاے مالگذاری کی فہرست جب سعد اللہ خاں کے سامنے پیش ہوئی تو انہوں نے اُس پر یہ حکم صادر فرمایا کہ اس منارہ برف کو آفتاب کے سامنے رکھو اور بعد گرمی کے جو باقی رہے اُس کے باز یافت کی کوشش کرو یعنی جو لوگ بوجہ عدم استطاعت طاقتِ ادا سے بقایا مالگذاری نہیں رکھتی انہیں بعد تحقیقات معاف کر دو اور باقیوں سے وصول کرنے کی کوشش کرو۔

امداد قحط پنجاب

۱۹۱۷ء میں بارش کی کمی سے پنجاب میں قحط پڑ گیا دربار شاہجہانی سے حکم ہوا کہ پنجاب کے مختلف مقامات میں دس

لنگر خانے جاری ہوں اور ہر ایک سے دو سو روپیہ روزانہ کی خوراک مسلمانوں کو پکی لپکائی اور ہندوؤں کو بذریعہ جنس خام تقسیم ہوا کرے اور پچاس ہزار روپیہ اُن سفید پوش اور ضعیفوں میں تقسیم کیا جائے جو لنگر خانوں میں نہیں جاسکتے۔

۱۸۵۷ء میں بوجہ امساک باراں صوبہ پنجاب میں غلہ پھر گراں ہو گیا اول پانی نہیں برسا اور تمام خریف خشک ہوئی اُس کے بعد اس شدت سے مینہ برسا کہ چار پانچ مہینے تک تار بندہ گیا اور تخم ریزی ربیع کی نوبت نہ آئی اور جو ہوئی بھی تو بہ گئی جمنے نہ پائی۔ شاہجہاں اس زمانہ میں سیر کے لئے لاہور سے کشمیر جا رہا تھا رعایا کی اس پریشانی کو دیکھ کر رعایا اور مالگزاروں کے معاملات فیصل کرنے کے لئے سعد اللہ خاں کو پنجاب میں چھوڑا۔ انہوں نے دورہ کر کے سب معاملات کو نہایت عدل و انصاف سے طے کیا اور کشمیر میں شاہجہاں کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

### انفصالِ مقدمات کشمیر

اتفاق سے بارش کا جو حال پنجاب میں تھا وہی کشمیر میں ہوا تمام گلزاروں اور سبزہ زاروں سے رونق اصلی جاتی رہی بادہ

کو بھی وہاں کی سیرسپند نہ آئی اور فرمایا کہ دہلی اور لاہور کے خوش نما باغات اور باصفا مکانات چھوڑ کے حَقِّ نفس کے واسطے اس مسافت بعیدہ کو طے کرنا اور خلقِ خدا کی ایذا اور پریشانی سے خبر نہ ہونا طریقہٴ یزداں پرستی سے دور ہے۔ پس دو ہی مہینے بعد وہاں سے کوچ کر دیا اور ملکی و مالی مقدمات کے انفصال کے لئے سعد اللہ خاں کو کشمیر ہی میں چھوڑا۔ نواب صاحب نے بہت جلدی جملہ مقدمات کو باحسن وجوہ فیصل کر دیا کہ رعایا بہت خوش ہوئی اور خود لاہور میں بادشاہ سے آن لے۔

سعد اللہ خاں کی خوش انتظامی اپنی جاگیر میں

جو محالات خاص سعد اللہ خاں کی جاگیر میں تھے اُن کا انتظام بھی براہِ راست سعد اللہ خاں کے ہی ہاتھ میں تھا اس لئے اُس کے اور اُس کے دیوان عبد البنی خاں کی

سعد اللہ خاں کی وفات کے بعد شاہجہاں نے عبد البنی خاں کو ملازمت شاہی میں رکھنے منصب ہزاری چہار صد سوار مقرر فرمایا عالمگیر کے عہد میں منصب دو ہزار ایک ہزار سوار ہو گیا پہلے فوجدار فتچور بعدہ فوجدار متھرا رہے۔ ۲۱ ذی الحجہ ۱۰۸۸ھ کو موضع نہرہ کے مفسدوں کی گوثالی کو گئے تھے کہ بندوق کی گولی سے دارِ آخرت کو سدھارے۔ متھرا کی جامع مسجد انہیں نئی عمارت ہے۔ اگرچہ صرف دو ہزاری منصب رکھتے تھے اور بڑے ہر دل عزیز اور رعایا پرور تھے پس یہ اُن کی

خوش تدبیری اور رعایا پروری سے وہ سرسبزی و شادابی میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ شاہنشاہ عالمگیر نے ایک رقعہ میں لکھا ہے کہ ایک دن اعلیٰ حضرت (شاہجہاں) کے روبرو ذکر ہوا کہ سعد اللہ خان کے گھر کی رونق اور اُن کی کثرتِ مال اور اُن کے محلات کی آبادی اُن کے دیوان عبد البنی خان کی خوش انتظامی اور رعایا پروری کے باعث سے ہے۔ اور سعد اللہ خان ہمہ تن کارِ سرکاری میں مصروف رہتے ہیں۔ ایک دفعہ شاہجہاں نے کنایتاً سعد اللہ خان سے فرمایا کہ ہم نے سنا ہے کہ تمہارے پاس سنگِ پارس ہے اُسے ہماری نظر کرو۔ سعد اللہ خان نے عرض کی کہ سنگِ پارس نے میرے پاس آکے عبد البنی خان کی صورت اختیار کر لی ہے۔ شاہجہاں نے احمد اللہ کھکے فرمایا کہ سعد اللہ خان ہم تمہیں بھی سنگِ پارس ہی جانتے ہیں اور عبد البنی خان کو تمہارے ہی پاس چھوڑتے ہیں۔

شاہجہاں کے بڑے بیٹے اور ولی عہد دارا شکوہ کو سعد اللہ خان کی عزت و اقتدار سے سخت رنج و حسد تھا جس کی وجہ کہیں اور ہم بیان کریں گے پس دارا شکوہ نے سعد اللہ خان کے محلات کی سرسبزی و شادابی دیکھ کر شاہجہاں سے شکایت کی

کہ آپ کے وزیر نے ویران اور کم محاصل پرگنات تو چُن چُن کے مجھے دیدئے ہیں اور عمدہ و سرسبز و شاداب پرگنات اپنے حصہ میں لگائے ہیں۔ شاہجہاں نے تو یہ شکایت سنی ہی نہیں بیٹے کی طرف سے چسبجس ہو کے مُنہ پھیر لیا۔ مگر جب اس بات کی خبر سعد اللہ خاں کو ہوئی تو فوراً دارا شکوہ کے وکیل کو طلب کر کے اپنی جاگیر اُس کے سپرد کر دی اور شاہزادے کی جاگیر خود لیلی دو برس بھی نہیں گزرنے پائے تھے کہ وہ سرسبز و شاداب پرگنہ جو دارا شکوہ کو دئے گئے تھے اُس کے عمال کے ظلم و ستم سے ویران ہو گئے اور سعد اللہ خاں کی خوش انتظامی اور رعایا پروری سے ویران پرگنہ جو اُس نے دارا شکوہ سے لیلئے تھے سرسبز و شاداب ہو گئے۔

دہلی کی جامع مسجد

شاہجہان آباد (دہلی) کی عالیشان اور خوشنما جامع مسجد جس کی باقاعدہ تعمیر اور عمارت کی تعریف و توصیف میں بڑے بڑے یورپین انجینیر اور مبصرین فن عمارت متفق اللفظ ہیں سعد اللہ خاں اور خلیل اللہ خاں کے انتظام اور اہتمام میں تعمیر ہوئی ہے۔ ۱۰ شوال سنہ ۱۰۶۰ھ کو سعد اللہ خاں نے اُس کی

بنیاد رکھی اور چہ برس کے عرصہ میں دس لاکھ روپیہ کے صرف  
میں یہ عالیشان مسجد تیار ہو گئی۔

شاہجاں کے مبارک عہد میں جس کثرت سے مسجدیں اور  
دیگر خوش نما عمارتیں تعمیر ہوئی ہیں اُس کی نظیر کسی دوسرے عہد  
میں نہیں ملتی۔ اور چونکہ شاہجاں کا کوئی کام سعد اللہ خاں کی  
صلاح و مشورے سے ہرگز خالی نہیں ہوتا تھا اس وجہ سے  
قیاس کیا جاتا ہے کہ خان صاحب کو فن عمارت سے بھی ایک  
خاص دلچسپی اور اُس میں کامل مہارت اور واقفیت حاصل تھی۔

## سعد اللہ خاں کی فوجی خدمات

باوجود اس کے کہ شاہجاں نے سعد اللہ خاں کو جیسا کہ  
ہم پہلے لکھ آئے ہیں تمام ایام وزارت میں چار پانچ مرتبہ سے  
زیادہ اپنے پاس سے جدا نہیں کیا کہ جس کی وجہ سے میلان  
جنگ میں اُن کو اپنے جوہر شجاعت دکھانے کا بہت کم موقع ملا  
مگر اسپر بھی جس قدر موقع ملا انہوں نے فوجی خدمات کو نہایت  
خوش اسلوبی سے انجام دیکر بڑے بڑے تجربہ کار سپہ سالاروں  
سے صاحب السیف کا خطاب بھی حاصل کیا۔

### مہم بلخ ۵۵۸ھ

سلاطین چغتائیہ کو اکبر کے عہد سے اپنے ملک موروثی یعنی بلخ و بدخشاں و سمرقند کے فتح کرنے کی تمنا چلی آتی تھی۔ ۵۵۸ھ میں شاہجہاں نے بھی نہایت دھوم دھام سے شاہزادہ مراد بخش کو بلخ و بدخشاں کی مہم پر روانہ کیا بہت سی لڑائیوں اور کشت و خون کے بعد بلخ و بدخشاں فتح ہوا۔ اور ۲ جمادی الثانی ۵۵۸ھ کو شاہجہانی لشکر بلخ میں داخل ہوا ہنوز پورے طور سے ممالک مغتوبہ کا انتظام نہ ہونے پایا تھا کہ شاہزادہ مراد بخش کی عیش پسند طبیعت کو اُس ملک کی آب و ہوا پسند نہ آئی۔ اور وہاں کے قیام سے دل برداشتہ ہو کر شاہجہاں کو عرضی بھیجی کہ بندہ کو حضور میں طلب فرما کے کسی دوسرے سردار کو میری جگہ مقرر فرمایا جائے اس عرضداشت سے شاہجہاں کو ملال پیدا ہوا اور فرمان ارسال کیا کہ ہم نے ارادہ کر لیا تھا کہ بعد فتح ملک بلخ و بدخشاں تمہیں عطا فرمائینگے اب خدا کے فضل و کرم

۱۵۸۷ء فتح بلخ کی خوش خبری سن کے شاہ جہاں نے نہایت دھوم دھام سے آٹھ دن تک جشن منایا نصیراے شیرازی نے فتح کی یہ تاریخ بطور تعمیم کیے پیش کی ہے

ثانی صاحبقران بنشاں بجائش کن حساب  
۱۰۱۳ - ۹۰ - ۳۶ + ۱۰۱۳ = ۱۰۵۶ھ

دالی توران برآز ملک توران وانگے  
۹۰

سے ہماری خاندانی آرزو بر آئی ہے لیکن پھر بھی اب تک پورے طور سے ملک پر تسلط نہیں ہوا نہ کچھ انتظام ممالک مفتوحہ کا ہونے پایا ہے لہذا صلاح دولت اسی میں ہے کہ کچھ دنوں تک عیش و عشرت کے ساتھ وہیں فرماں روائی کرو۔ باوجود اس فرمان عنایت آمیز کے شاہزادہ وہاں کے قیام پر راضی نہ ہوا اور مکر استعفاء روانہ کیا اور قبل صدور حکم بلخ سے پیش خیمہ باہر نکلنے کا حکم دیدیا۔ بادشاہ کو اس سے سخت ملال ہوا شاہزادے کے منصب و جاگیر کی ضبطی کا حکم صادر کر کے یہ فکر کرنے لگا کہ اس نازک حالت میں کسی ایسے امیر کو بلخ کی طرف روانہ کروں کہ جس کی گفتار و کردار کا سب کو اعتبار ہو۔ جہاں تک دیکھا اور کوئی امیر اس قابل نظر نہ آیا پس طوعاً و کرہاً سعد اللہ خاں ہی سے کہنا پڑا کہ جس قدر جلد ممکن ہو بلخ پہنچ کر جملہ انتظامات مالی و ملکی انجام دو اور جہاں تک ہو سکے جلدی ہی چلے آؤ۔ اور اگر ہو سکے تو شاہزادہ مراد بخش کو بھی سمجھا بوجھا کے واپسی کے ارادہ سے باز رکھنا۔ سعد اللہ خاں حسب الحکم بطریق یلغار (گھوڑوں کی ڈاک بٹھا کے) پندرہ دن میں بلخ پہنچا اور شاہزادہ کو بہت سمجھایا مگر وہ کب مانتا تھا

اس لئے سب اُمراء کو مُراد بخشش کے پاس جانے کی ممانعت کر دی اور جملہ قلعوں اور تھانوں میں امرا کو متعین کر کے بہادر خان اور اصالت خان کو صوبہ دار و سپہ سالار بلخ اور قلیچ خان کو صوبہ دار بدخشاں مقرر کیا اور جملہ انتظامات مالی و ملکی کو ۲۲ دن میں بخوش اسلوبی تمام انجام دیکے واپس آگیا۔ اس خدمت کے صلہ میں ایک ہزار سوار کا اضافہ اُسکے منصب میں کیا گیا۔

مہم قندھار

شہزادہ میں خواص خاں قلعہ دار قندھار کی عرضداشت بدیں مضمون دربار میں موصول ہوئی کہ ۴۔ ربیع الاول ۱۰۵۸ھ کو شاہ عباس چہارم فرماں رواے ایران مع بہت سے لشکر کے صفایاں سے بارادۂ تسخیر قلعۂ قندھار روانہ ہوا ہے۔ شاہجہاں کو جب یہ وحشت ناک خبر پہنچی تو سعد اللہ خاں کو مع ۱۳۵ اُمراء اور ساٹھ ہزار سوار اور دس ہزار برقعہ دار کے قندھار روانہ کیا اور شاہزادۂ اوردنگ زیب کو سپہ سالار لشکر کر کے اُن کے ہمراہ کیا اور اس لشکر کی روانگی کے بعد خود بھی کابل کو روانہ ہوا۔

رستہ کی دشوار گزاری اور برف و سردی کی کثرت اور رسد  
 کی کمیابی کے باعث اس لشکر کے بہت سے آدمی اور گھوڑے  
 کابل ہی تک پہنچنے میں ضائع ہو گئے وہاں چند روز قیام  
 کر کے یہ لشکر غزنی روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں رسد بالکل نہ ملی  
 بڑے بڑے امیروں کو روپیہ کا سیر بھر غلہ اور ڈیڑھ سیر گھاس  
 بمشکل بہم پہنچتی تھی یہ لشکر ہنوز قندھار نہ پہنچنے پایا تھا کہ  
 خواص خاں نے محصوری سے مجبور ہو کے قلعہ قندھار شاہ عباس  
 کے حوالہ کر دیا سعد اللہ خاں نے نہایت دانشمندانہ اور فوجی  
 اصول سے ان دشوار گزار راستوں کو جو کثرت برف و باران  
 سے نہایت خطرناک ہو رہے تھے طے کیا اور ۱۲ جمادی الاول  
 ۱۰۵۹ھ کو قلعہ قندھار کے قریب پہنچ کے نہایت بہادری سے  
 مورچہ بندی شروع کر دی اس محاصرہ میں اگرچہ سعد اللہ خاں  
 نے ایسی بہادری اور بے جگری دکھائی کہ بڑے بڑے تجربہ کار  
 اور ماہرین فن جنگ اُس کی بہادری اور جنگی قابلیت کے  
 قائل ہو گئے مگر سچ ہے فتح و شکست خدا کے قبضہ قدرت  
 میں ہے وہ کبھی کبھی قلعہ کے اکثر برجوں پر قابض ہو گیا  
 مگر قلعہ کی مضبوطی اور محراب خاں قلعدار کی بہادری اور ہوشیاری

اور سب سے زیادہ رسد کی کمیابی کی وجہ سے حسب الحکم  
شاہجہاں اُس کو ناکام واپس ہونا پڑا۔  
مہم قندھار دوبارہ

۱۸۱۷ء میں شاہجہاں نے شاہزادہ اورنگ زیب کو دوبارہ  
مہم قندھار پر روانہ کیا اور ۱۶ ربیع الاول کو خود بھی کابل روانہ  
ہوا اُسی دن سعد اللہ خاں کو مع پچاس ہزار سوار اور دس ہزار  
پیادے اور تیس چالیس توپوں اور بہت سے سامان فوجی اور  
دو کروڑ روپیہ نقد کے قندھار بھیجا۔

رسد کی کمیابی اور سابقہ وجوہات کے باعث اگرچہ اس مرتبہ  
بھی یہ مہم ناکام ہوئی مگر سعد اللہ خاں نے اور سب تجربہ کار  
امراء سے زیادہ ہمت و مردانگی کا ثبوت دیا۔ خانی خاں نے  
اُن کی نسبت یوں لکھا ہے ”بہادران کا طلب از چار طرف  
در مکانے کہ گولہ رس بنود فرود آمدند و شروع بدواندن لقب  
و نسق مورچال نمودند خصوص سعد اللہ خاں نسبت بہمہ امیران  
کارزار دیدہ زیادہ شرط تردد و جلادت و تدبیر بکار بردہ باتفاق  
راچوتمان تہور نشان بہ گردآورمی مصلح لقب زدن و مورچال  
دواندن کوشیدہ نشانہ گولہ و تفنگ و سنگ خود را ساختند“

### مہم قلعہ چتوڑ

۱۶۴۲ء میں شاہجہاں کو معلوم ہوا کہ رانا راج سنگھ پسر رانا جگت سنگھ عہد نامہ کے خلاف قلعہ چتوڑ کو مستحکم کر رہا ہے۔ یہ سنکر شاہجہاں نے سعد اللہ خاں کو مع ۳۲ ہزار فوج کے واسطے تادیب رانا اور منہدی قلعہ و دروازے شہر پناہ چتوڑ کے روانہ کیا اور یہی ایک مہم تھی کہ جس کی سہ سالاری بلا شرکت غیرے سعد اللہ خاں کے ہاتھ میں تھی۔ سعد اللہ خاں نے رانا کو شکست دیکے چودہ پندرہ دن میں تمام قلعہ منہدم کر دیا اور رانا نے مجبور ہو کر شاہزادہ دارا شکوہ کے وسیلہ سے اپنی تقصیر کی معافی شاہجہاں سے حاصل کی۔

## سعد اللہ خاں کی وفات - مذہب -

## اخلاق و عادات - اولاد اور یادگاریں

ہمارے خانصاحب مرحوم و مغفور کو ایک مدت سے دردِ قلوب تھا ۱۶۶۶ء میں پھر اُس کا دورہ شروع ہوا شاہجہاں نے شاہی طبیبوں سے علاج کرایا پے در پے کئی طبیب بدلے گئے اخیر میں حکیم تقرب خان کا علاج شروع ہوا اسی اثنا میں ایک

دوا کے استعمال سے ایک خاص عارضہ پیدا ہو گیا۔ شاہجہاں کو اُن کی علالت کا نہایت رنج اور سخت پریشانی تھی اور دن میں کئی کئی دفعہ اُنہیں دیکھنے اُن کے مکان پر جاتا تھا۔ اسی حالت میں ۲۷ برس کی عمر پا کر اور پونے سولہ برس پانچ دن شاہی ملازمت کر کے جس میں دس برس گیارہ مہینے ایک دن مدت وزارت کی تھی ۲۲ جمادی الثانی ۱۰۷۶ھ کو اس سرے فانی سے کوچ کر کے روضہ جاودانی کو جا بسایا اور ہندوستان کا یہ سب سے زیادہ نیک نام وزیر سلطنت شاہجہانی کو بے رقی کر گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ رباعی

منزلے بت چیں کہ چیں ہم نماند	مدار جہاں میں چنیں ہم نہ ماند
نہ جم ماند اینچا نہ نقش و نگینش	کہ نقش نگیں برنگیں ہم نماند

افسوس صد افسوس شاہجہاں نے جب رحلت کی خبر سنی تو فرط غم سے ضبط نہ کر سکا اور بے اختیار رونے لگا اور اُنکے بڑے بیٹے لطف اللہ خاں کو جس کی عمر گیارہ برس کی تھی خلعت تعزیت اور منصب ہفت صدی دو صد سوار اور باقی خورد سال

۱۲ لہ غانی خاں نے لکھا ہے کہ بعارضہ فالج چار پانچ مہینے مبتلا رہ کر انتقال کیا ۱۲

۱۲ بقول غانی خان ۱۵ برس ۱۲

بیٹوں اور دیگر وابستگان کا یومیہ اور یار محمد اُس کے بھانجے کا منصب سے صدی شصت سوار اور اُس کے لائق دیوان عبدنی خاں کو منصب ہزاری چار صد سوار مقرر فرمایا۔

سعد اللہ خاں کا مذہب

سعد اللہ خاں کا مذہب سنت و جماعت تھا اور وہ اپنے فرائض مذہبی کو کمال سرگرمی سے ادا کرتے تھے اور ورد و وظائف کے بھی سخت پابند تھے اور اُن سے فارغ ہو کے دیر تک نہایت تضرع و زاری سے بارگاہ ایزدی میں دعا کرتے رہتے تھے ایک دن جب وظیفہ سے فارغ ہو کے دیر تک دعا کی تو ایک گستاخ ہمنشین نے پوچھا کہ خانصاحب اب کونسی آرزو باقی ہے جو اتنی دیر تک دعا کرتے ہو۔ سعد اللہ خاں نے جواب دیا کہ ”آدم خوب“۔

سعد اللہ خاں کی بے تعصبی

اگرچہ سعد اللہ خاں ایک مذہبی عالم تھے مگر معاملات سلطنت کو کمال بے تعصبی سے انجام دیتے تھے جس کا بہت اچھا ثبوت یہ ہے کہ اُن کا نائب ایک ہندو رگھناتھ نامی تھا جو ابتدا میں معمولی متصدی تھا لیکن اپنی کار دانی اور لیاقت کے باعث

سعد اللہ خاں کا دایاں ہاتھ بن گیا اور انہیں کی تربیت اور اثر صحبت سے مستفید ہو کے اسے رایاں راجہ رگھوناتھ سعد اللہ خانی کے خطاب سے مفتخر ہوا اور سعد اللہ خاں کے عہد وزارت میں اُن کا نائب اور اُن کی وفات کے بعد ہی دیوانِ اعلیٰ ہو گیا اور اپنی وفات تک جو ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ کو ہوئی اسی معزز عہدہ پر ممتاز رہا شاہنشاہ عالمگیر نے اپنی رقعات میں دو جگہ اس دیوان کی لیاقت کی تعریف کی ہے ”رگھوناتھ سعد اللہ خانی در احیائیکہ راتق مہمات دیوانی بود میگفت کہ کار سکار والا بہ کسے باید فرمود کہ جوہر کار دانی و دماغ معاملہ آرائی داشته باشد نہ علیل غرض“

سعد اللہ خاں کی عادات اور اخلاق

خان صاحب خلق و تواضع میں بے تطیر تھے اور ہر ادنیٰ و اعلیٰ سے حتی المقدور بھلائی کے ساتھ پیش آتے تھے اور کسی کی بُرائی یا شکایت اُن کی زبان پر ہرگز نہ آتی تھی۔  
خانی خاں نے لکھا ہے کہ خانصاحب میں علاوہ کمالات صوری و معنوی کے ذاتی خوبیاں بھی حد سے زیادہ تھیں۔

## مسجد چنیوٹ

سعد اللہ خاں کی عالی ہمتی کی یادگار میں اُن کے وطن چنیوٹ کی سنگ لڑاں کی عالیشان اور خوبصورت مسجد ہنوز موجود ہے۔ اور اُن کے محلات کی شان و شوکت کے ثبوت میں وہیں ایک فیلڈانہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔

سعد آباد

آگرہ اور متھرا کے قریب ایک پُر فضا مقام پر دریاے جھرتا نامی کے کنارے سعد اللہ خاں نے اپنے عہد وزارت میں ایک شہر آباد کر کے اپنے نام سے سعد آباد موسوم کیا اور کچھ کانوں پر گنہ کھندولی سے اور دو سو گانوں پر گنہ جلیسر سے نکال کے سعد آباد کے متعلق کر دئے اور اُسے صدر مقام بنا دیا۔ اُس وقت سے ۱۸۳۲ء تک سعد آباد ایک ضلع کا صدر مقام رہا جس کے پر گنہ پناہٹ - نوحھیل - مہابن - رایا - کھندولی - سکندہ

۱۷ دیکھو گورنمنٹ گزٹیر ضلع جھنگ مرتبہ گورنمنٹ پنجاب -

۱۸ دیکھو گورنمنٹ گزٹیر ممالک مغربی و شمالی و اودھ جلد ۹ ضلع متھرا -

۱۹ جلیسر آج کل ضلع ایٹھ میں ایک تحصیل کا صدر مقام ہے -

۲۰ کھندولی آج کل بحیثیت ایک موضع کے تحصیل اعتماد پور ضلع آگرہ میں

ہے اور پر گنہ کھندولی اب پر گنہ اعتماد پور ہے -

راؤ۔ فیروز آباد۔ چھاتہ وغیرہ تھے۔ ۱۸۳۲ء میں جب متھرا  
ایک نیا ضلع قائم ہو گیا اُس وقت سے سعد آباد ایک تحصیل  
رہ گئی۔ وہاں بھی ایک مسجد سعد اللہ خاں کے نام سے مشہور ہے  
چوک و بازار سعد اللہ خاں

دہلی اور آگرہ میں بھی سعد اللہ خاں نے نہایت عالیشان  
چوک اور خوش نما بازار تعمیر کرائے تھے۔

مرحوم کی اولاد

سعد اللہ خاں کی اولاد کی بابت خانی خاں نے یوں لکھا  
ہے کہ عقلاے جہاں دیدہ پر ظاہر ہے کہ حکام اور ارباب  
ریاست سے جو ظلم و ستم اور احسان و خیر رعایا پر عائد ہوتا  
ہے رعایا اسی کے موافق دعایا بد دعا اُس کی اولاد پر کرتی  
ہے یہی وجہ ہے کہ زمانہ قدیم سے اس وقت تک از روے  
تاریخ اور راقم اوراق کے باہر سالہ مشاہدہ سے بخوبی ظاہر  
ہوتا ہے کہ کوئی ظالم عاقبت بخیر نہیں ہوتا۔ اور اُس کی اولاد  
رزق و آبرو کی طرف سے دلی مُراد کو نہیں پہنچتی۔ بلکہ دس  
بیس سال میں ظالم کے خاندان کا نام و نشان بھی باقی نہیں  
رہتا۔ برخلاف اس کے سعد اللہ خاں کی اولاد اُن کی وفات

سے اس وقت تک کہ ۷۴ برس ہوئے ہیں (یعنی تالیف منتخب اللباب تک) سب عاقبت محمود اور فراخ روزی اور نیک نامی سے زندگی بسر کرتی رہی اور کرتی ہے خصوصاً اس زمانہ میں کہ انسانیت و کمال و مرآت معدوم الوجود ہو چکی ہے۔

مختلف تاریخوں سے سعد اللہ خاں کی اولاد کا جس قدر پتا چلا اُس کو بطور شجرہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔



مرحوم و منفور کی اولاد کے اگر مختصر حالات ہی قلمبند کئے جائیں تو ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہوگی جسے اُن باقیات صالحات کے مفصل بیان دیکھنے کا شوق ہو وہ کتاب آثار الامرا دیکھے۔ یہاں ہم نہایت اختصار کے ساتھ اُن کے بیٹوں کا ذکر لکھتے ہیں۔

لطف اللہ خاں بڑے صاحبزادے جو اپنے والد ماجد کے انتقال کے وقت صرف ۱۱ یا ۱۵ برس کے تھے عالمگیر کے عہد میں مختلف اعلیٰ عہدوں پر مامور رہے اور جنگی و ملکی خدمات اچھی طرح انجام دیکے منصب سہ ہزاری دو ہزار پانصد سوار تک پہنچنے پائے تھے کہ عمر نے وفات کی ۱۸ شعبان ۱۱۲۴ھ کو رحلت فرما گئے۔

حفظ اللہ خاں عہد عالمگیری میں دو ہزاری پانصد سوار کے منصب اور صوبہ داری ٹھٹھہ اور فوجداری سیوستان پر مامور تھے پینتالیسویں سال جلوس عالمگیر میں انتقال کیا۔ عنایت اللہ خاں اور خسرو محمد بدیع کے حالات کا کچھ پتا نہیں چلا اس لئے خیال ہوتا ہے کہ اُنہوں نے خورد سالی میں انتقال فرمایا۔

حضرت سعد اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے پر پوتے  
 سب صاحب علم اور ہر عہد میں مناصب اعلیٰ پر مامور رہے  
 خصوصاً ہدایت محی الدین خان اول جو سعد اللہ خاں کے نام  
 سے مشہور اور پھر مظفر جنگ کے معزز خطاب سے مفتخر ہوئے  
 نہایت با نام و نشان اور عالم و فاضل اور شجاع تھے۔ ہندوستان  
 میں انہوں ہی نے پہلے پہل فرانسیسیوں کو اپنی فوج میں  
 نوکر رکھا۔ نواب نظام الدولہ ناصر جنگ جب نظام الملک  
 آصف جاہ کے انتقال کے بعد مسند نشین حیدر آباد ہوئے  
 اُس وقت مظفر جنگ نے جو صوبہ دار بیجا پور تھے بوجہ رقبہ  
 کدورت کے انور الدین فوجدار کرناٹک کو جو منجانب نظام الدولہ  
 فوجدار تھا شکست دیکر اُس ملک پر قبضہ کر لیا جب یہ خبر  
 نظام الدولہ ناصر جنگ کو ہوئی تو اُس نے بھی فوج جمع کر کے  
 اُس طرف کوچ کیا فریقین میں ۲۷ ربیع الثانی ۱۱۴۳ھ کو جنگ  
 عظیم واقع ہوئی مظفر جنگ شکست کھا کے زندہ قید ہوئے  
 مگر اُن کی شکست یافتہ فوج کے ایک نامی افسر بہادر خاں نے  
 پھر ہمت کر کے اور فرانسیسیوں کو جو اس جنگ میں مظفر جنگ  
 کے ہمراہ تھے پھر ہمت دلا کے ناصر جنگ کے لشکر پر اس زور

سے شبنون مارا کہ ناصر جنگ کی فتیاب فوج بھاگی اور ناصر جنگ  
 ۱۸ محرم ۶۲۴ھ کو بہادر خاں مذکور کے ہاتھ سے مقتول ہوئے  
 اور مظفر جنگ بجائے ناصر جنگ کے مسند نشین حیدر آباد  
 ہوئے۔ اس واقعہ کے تھوڑے ہی دن بعد جبکہ مظفر جنگ  
 اپنی والدہ کو لینے بندرگاہ بھلچری کو جا رہا تھا راستہ میں  
 فرانسیسیوں اور بہادر خاں کی فوج میں کسی بات پر ان بن  
 ہو گئی۔ مظفر جنگ نے فرانسیسیوں کا ساتھ دیا مگر ۱۷ بیج الاول  
 ۶۲۴ھ کو ایسا تیر لگا کہ جاں بحق تسلیم کی۔

حضرت سعد اللہ خاں صاحب مرحوم و مغفور کی دختر ہی اولاد  
 میں حیدر آباد دکن کی حکومت ۱۳۳۶ھ سے اس وقت تک  
 برابر چلی آتی ہے۔ چنانچہ اب جناب نواب میر محبوب علی خاں  
 بہادر نظام الملک آصف جاہ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ فرماں روا  
 ریاست ہیں اور دنیا کی جملہ اسلامی سلطنتوں میں تیسرے  
 یا بعض حیثیت سے چوتھے درجہ کے فرماں روا ہیں۔

سعد اللہ خاں کی وفات سے شاہجہاں کی

سلطنت پر کیا اثر پڑا

شاہجہاں کے چار بیٹے دارا شکوہ- شجاع- اورنگ زیب اور مراد تھے۔ یہ چاروں صاحبِ حوصلہ اور ہر ایک اپنے آپ کو سلطنت کا مستحق سمجھ کے آئندہ بادشاہ ہونے کا اُمیدوار اور اُسی کے منصوبوں میں سرشار تھا۔ شاہجہاں کو دارا شکوہ سے نہایت ہی محبت تھی۔ اس محبت اور نیرب بھائیوں میں بڑے ہونے کے باعث وہ ولیعهد تھا اور شاہجہاں اُسے اپنے پاس سے جدا نہ کرتا تھا مگر اُس کے اور بھائی بھی سلطنت کے اعلیٰ صوبوں پر حکمراں اور صاحبِ فوج و سپاہ تھے۔

سلاطین چغتائیہ میں جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں یہ آئین تھا کہ جب تک شاہزادے بذاتِ خاص کسی جنگی مہم پر مامور ہو کے نام نہ حاصل کریں اُن کا منصب مقرر نہ ہوتا تھا صرف اُن کے اخراجات کے واسطے شاہی خزانہ سے یومیہ ملا کرتا تھا۔ مگر خلاف آئین سلطنت شاہجہاں نے بلا انجام کسی جنگی خدمت کے دارا شکوہ کا منصب بھی مقرر کر دیا تھا پس وہ بوجہ اعزاز و لیعهدی اور شاہجہاں کے لاڈ پیار کے جملہ انتظامات مالی و ملکی کی باگ اپنے ہاتھ میں لینا اور سلطنت کے آئین و قانون کی پابندی سے اپنے آپ کو

مطلق العنان رکھنا چاہتا تھا۔

ادھر سعد اللہ خان اموراتِ سلطنت اور محاسبات اور آئین و قانون کے سخت پابند تھے اور کسی کارروائی کو جو خلاف آئین ہو پسند نہ کرتے تھے اور بوجہ اپنے اعزاز اور اُس اقتدار کے جو شاہجہاں پر انہیں حاصل تھا دارا شکوہ کی مطلق العنانی کے لئے سد سکندری کا کام دیتے تھے۔ انہیں وجوہ سے دارا شکوہ سعد اللہ خاں کو اپنی آئندہ کامیابی کے منصوبوں میں مارج تصور کر کے ہمیشہ اس کوشش میں رہتا تھا کہ کسی طرح انہیں کچھ نقصان پہنچائے چونکہ سعد اللہ خاں کا یہ طرز عمل محض نیک نیتی اور شاہجہاں کی وفا داری اور خیر خواہی پر مبنی تھا اسی وجہ سے دارا شکوہ باوجود قرب و لیبعدی اور شاہجہاں کے لاڈ پیار کے انہیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکا۔

۱۵ مشہور و معروف فرانسیسی سیاح ڈاکٹر برنیئر نے جو سعد اللہ خان کی وفات کے دو ڈیڑھ برس بعد وارو ہند ہوا تھا غالباً عام انواہوں کی بنیاد پر اپنے سفر نامہ میں یوں لکھا ہے ”دارا شکوہ سے شاہجہاں کے ناراض ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اُس نے خود سر اور مختار بنانے کے لئے اُن دنوں میں اعلانیہ کوششیں کی تھیں بلکہ اُس کو ایسی جرات ہو گئی تھی جس کے باعث شاہجہاں کو اُس سے سخت نفرت تھی اور اُس سے خوف کھانے لگا تھا اور اُس کی اس خطا کے معاف کرنے پر مائل نہ تھا یعنی سعد اللہ خاں کو جسے شاہجہاں تمام ممالک (دیکھو صفحہ ۶۴)

شاہجہاں اور سعد اللہ خاں اور دارا شکوہ کی ان باہمی حالتوں کا موازنہ ذیل کے واقع سے بخوبی ہو سکتا ہے :-  
 ایک مرتبہ دربار شاہجہانی میں اسے بہاری مل دیوان سرکار دارا شکوہ نے ایک فرد زری یافتنی سرکار خود بذمہ سرکار شاہی تعدادی دس لاکھ روپیہ پیش کر کے دعویٰ دلا پانے روپیہ کا کیا۔ بادشاہ نے حسب ضابطہ فرد مذکور کو بغرض دریافت حال سعد اللہ خاں کے سپرد کیا۔ انہوں نے اسے ملاحظہ کر کے اسی وقت عرض کیا کہ قانون کے مطابق اس مد کا روپیہ نقد خزانہ شاہی سے نہیں دیا جا سکتا بلکہ بعد میں دیگر مطالبوں کے ساتھ محسوب کیا جائیگا۔ دارا شکوہ کو سعد اللہ خاں کے اس اعتراض سے بہت غصہ آیا اور دربار کے برخاست ہونے پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۵) ایشیا میں ایک بڑا ہی لائق وزیر سمجھتا تھا اور جس سے اس قدر محبت رکھتا تھا کہ تمام دربار میں اس کی محبت ضرب المثل تھی مروا ڈالاً برنیئر کے اس قول کی کہ دارا شکوہ نے سعد اللہ خاں کو مروا ڈالاً فارسی مؤرخین میں سے کسی کی تحریر سے تصدیق نہیں ہوتی بلکہ جملہ مؤرخ بالاتفاق یہی کہتے ہیں کہ خالصاً کا انتقال درد قولنج یا فالج سے ہوا۔ الففسن گوریز بیٹی نے بھی برنیئر کے اس قول کی طرف کچھ توجہ نہیں کی ہے حالانکہ اس نے اپنی کتاب میں جابجا سفر نامہ برنیئر کے حوالے دئے ہیں ۱۲

سعد اللہ خاں کی نسبت بہت کچھ سخت و سست کہا۔ جب شاہجہاں کو داروغہ غسلیانہ کے پرچے سے یہ حال معلوم ہوا تو اسی وقت دارا شکوہ کو ایک رقعہ لکھا اور دلجوئی کے طور پر چند تھان یکنگ زردوزی محمودی کے اور تین ہزار دینار نقد سعد اللہ خاں کو مرحمت فرمائے وہ رقعہ یہ ہے:-

با صاف دل مجادلہ باخوشتر شہمنی است	ہر کس کشد بر آئینہ نخر بخود کشد
------------------------------------	---------------------------------

دریافت صدق و بطلاق خاصۃً ابنائے ملوک است۔ بہاری مل کفایت خانہ شہا و سعد اللہ خاں صیانت مال مامی خواہد۔ ہر گاہ اس فرد از دفتر شہا دست شدہ بود یا آئینے تحقیق نمود کہ تنخواہ آن از سعد اللہ خاں ممکن الحصول است یا نہ۔ ملول ساختن بندہ ہائے بادشاہی خصوص سعد اللہ خاں را بسیار بد است۔  
و بدست آوردن دلِ این مردم خوب“

اب ہم سعد اللہ خاں کی اُس مصلحت کو بیان کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ دارا شکوہ کے انتظام سلطنت میں زیادہ دخیل ہونے کو پسند نہیں کرتا تھا۔ اس عالی دماغ اور بے نظیر مدبّر نے اپنی دور بین نگاہ سے تاڑ لیا تھا کہ امورات سلطنت میں دارا شکوہ کی مداخلت وہ کام کریگی جو چھوٹی سی چنگاری

سیگزین میں کرتی ہے کیونکہ اور شاہزادے جو دور و دراز صوبوں  
میں بیٹھے ہوئے اس وقت اپنی اپنی کامیابی کے خیالی منصوبے  
باندھ رہے ہیں اس امر کو گوارا نہ کریں گے اور آمادہ جنگ ہو کر  
آپس کے کشت خون اور شاہبہاں کی سلطنت کی تباہی اور  
لاکھوں بنی نوع انسان کی بربادی کا باعث ہوں گے۔

سعد اللہ خاں کی وفات کے بعد سے دارا شکوہ کا اقتدار  
بڑھتا گیا اور چند ہی روز میں سلطنت ہند کی انتظامی باگ  
اُس کے ہاتھ میں آگئی اور شہزادوں نے اس امر کو اپنی  
آئندہ کامیابیوں کے خلاف تصور کر کے درپردہ جنگی تیاریاں  
شروع کر دیں اور موقع کا انتظار کرنے لگے۔ بد قسمتی سے اسی  
زمانہ میں شاہبہاں ایسا بیمار ہوا کہ زیست کی امید نہ رہی  
دارا شکوہ نے اس حالت کو مخفی رکھنا چاہا راستے بند کر دئے  
مسافروں کو چلنے سے روکا مگر کیا ہو سکتا تھا اس چھپانے کا  
اُلٹا نتیجہ ہوا کہ شجاع و اورنگ زیب و مراد نے باپ کو  
مردہ یا قریب المرگ سمجھ کے فوجی کارروائیاں شروع کر دیں۔  
اس جگہ ان کبجنت باہمی لڑائیوں اور شہرناک و ناگوار کشت  
و خون کا ذکر کرنے سے ہمارے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور

اُن کے بیان کی کچھ ضرورت بھی نہیں لہذا مختصر طور سے اُن کے عبرت ناک نتیجہ کو لکھے دیتے ہیں۔

اگرچہ شاہجہاں نے جسے اس عرصہ میں بہت کچھ صحت ہو چکی تھی اور اُس کی لائق بیٹی جہاں آرا بیگم نے حتی المقدور کوشش کی کہ اس باہمی جنگ کی آگ بجھ جائے اور اس آپس کے نفاق کا منہ کالا ہو مگر اس نے تو ہمیشہ سے مسلمانوں کا پیچھا چھوڑا ہی نہیں۔ مسلمانوں کو باہمی پھیل پھوٹ سے اور باہمی نفاق کو مسلمانوں سے ازلی اور ابدی عشق ہے پھر بھلا بڑھے شاہجہاں اور غریب جہاں آرا کے بجھائے یہ آگ کب بجھ سکتی تھی اُس نے آنا فنا ہری بھری سلطنت کی کھیتی کو جلا بھنا کے خاک سیاہ کر دیا اور سعد اللہ خاں کی وفات سے دو ہی برس کے اندر اندر شاہجہاں سے ہرغزیز اور قابل قدر بادشاہ کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور بُرا خاتمہ ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت شاہجہاں ۱۷ رمضان ۶۵۸ھ کو آگرہ کے قلعہ میں قید ہوئے اور اُس جگہ کو دیکھنے اب تک ہم روتے ہیں۔ دارا شکوہ ۲۱ ذی الحجہ ۶۵۹ھ کو اور مراد ۲۸ھ میں باہمی نفاق کی قربانی ہو گئے۔ اور شجاع

۶ رمضان سنہ ۱۰۰۰ کو جہانگیر نگر کی شکست کے بعد ایسے روپوں  
ہوئے کہ پھر پتا نہ چلا

ایک گردش چرخ نیلو فری	نہ نادر بجا ماندے نادری
-----------------------	-------------------------

افسوس صد افسوس جس قوم کو بڑے شد و مد سے ”کل من  
علیہا فان و یبقی“ وجہ سرباک ذو الجلال و الاکرام کی تعلیم  
دی گئی تھی اُس نے ہمیشہ چند روز کی اوج موج اور دو دن  
کی زندگی کے لئے وہ وہ کرتب کئے ہیں جنہیں اپنے پاؤں  
میں آپ کلباڑی مارنا کہتے ہیں۔ سنتے ہیں کہ بہت سے کشت  
و خون اور تباہی کے بعد پھر ہندوستان کی سلطنت اور نگریب  
کے ہاتھ میں آئی جو حضرت عالمگیر کے لقب سے تخت نشین  
ہوئے۔ شاید ایسا ہی ہوا ہو۔ مگر ہماری رائے میں تو شاہجہاں  
کی آنکھوں کے سامنے جہنا میں ڈوب گئی۔

اشک آئے نکل چشم جہاں لب جو سے	رونے کی صدا آتی تھی ماہی کے گلو سے
-------------------------------	------------------------------------

سعد اللہ خاں کی علمیت اور حکیمانہ اقوال  
اور طبیعت کی موزونی

سعد اللہ خاں کے علم و فضل کی نسبت صرف اس قدر

بیان کر دینا غالباً کافی ہوگا کہ مسلمانانِ ہند کی چہ سات سو برس کی سلطنت میں یہ تیسرا اور آخری خوش قسمت شخص ہے کہ جس کو علم و فضل کے عالیشان دربار سے علامی کا معزز خطاب عطا ہوا ہے۔ اس سے پہلے ابو الفضل اکبر کا مشہور وزیر اور ملا شکر اللہ افضل خان (چینی کے روضہ آگرہ والے) شاہجہاں کے پہلے وزیر اس معزز خطاب سے موصوف ہو چکے تھے۔

جن لوگوں نے ہندوستان کے ان تینوں صاحبانِ علم و فضل کے حالات کتابوں میں بخور دیکھے ہیں۔ ان پر پوشیدہ نہیں کہ جو وسائل کسب علوم کے ابو الفضل اور ملا شکر اللہ کو حاصل تھے وہ سعد اللہ خاں کو ہرگز میسر نہیں ہو سکتے تھے۔ ابو الفضل کے فاضل باپ اور استاد شیخ مبارک کے علم و کمال کے بیان کی چنداں ضرورت نہیں جو شخص ابو الفضل کے علم و فضل سے واقف ہے وہ شیخ مبارک کا علم و فضل پہلے جانتا ہوگا پس کچھ تعجب کی بات نہیں کہ شیخ مبارک کے بیٹے اور شاگرد نے اپنے آپ کو اس معزز خطاب کا مستحق ثابت کیا۔ اسی طرح ملا شکر اللہ خاص

شیراز کے باشندے اور مدتِ مدید تک دارالعلوم شیراز میں باقاعدہ درس و تدریس کرتے رہے اور وہاں سے سندِ فضیلت حاصل کرنے کے بعد واردِ ہند ہوئے تھے۔ بخلاف اس کے سعد اللہ خاں نے محض اپنی قوتِ بازو اور ذاتی محنت و کوشش سے علم و فضل حاصل کیا اور اپنے آپ کو اس عالیشان خطاب کا مستحق ثابت کر کے قوم سے یہ مغزز خطاب حاصل کیا۔

افسوس ہے کہ مجھے باوجود تلاشِ بسیارِ علامی موصوف کی تصنیف و تالیف کا کچھ پتا نہیں لگا۔ ممکن ہے کہ یہ میری محدود واقفیت کا سبب ہو یا اُن کی تصنیف و تالیف زمانہ کے دستِ برد سے صفحہٴ دنیا سے محو ہو گئی ہو۔ ماں اُن کے چند دلچسپ مقولات و نصیحت آمیز فقرات جو متفرق تاریخوں اور تذکروں کی ورق گردانی سے حاصل ہوئے ہیں یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

مقولاتِ سعد اللہ خاں

ایک دن سعد اللہ خاں دربار میں وقتِ مقررہ سے کچھ دیر میں آئے شاہجہاں نے دیر کی وجہ دریافت کی تو جواب دیا کہ ایک بیاض میں چند فقرے نصیحت آمیز نظر سے گزرے

حضور میں عرض کرنے کے لئے نقل کرتا تھا اس لئے دیر ہو گئی۔ شاہجہاں ان نصیحت آمیز فقرات کو جو آپ زر سے لکھنے کے قابل ہیں سُنکر بہت محظوظ ہوئے اور سعد اللہ خاں کی پیشانی پر بوسہ دیکے چند تھان محمودی زردوزی یک رنگ کے مرمت فرمائے۔ وہ فقرات یہ ہیں۔ ”قیام بنیان سلطنت از عدالت۔ افزائش ملک و مال از شجاعت و سخاوت۔ صحبت داشتن با علما و فضلا۔ محترم بودن از قرب جہلان نشان عقل است۔ عامل بودن بر عقائد و مستقل ماندن در عین شائد۔ مقصر نبودن در امور دنیوی از تدبیر۔ راضی و شاکر ماندن بر تقدیر۔ دیرپائی خاندان از ترجم نمودن بر بیجاں۔ و محتاج نہ شدن خود از کامروائی محتاجاں۔ انصرام امور ملکی بصلاح و صوابدید وزرا۔ مظفر و منصور بودن باستاد ہمت فقر۔ تندرست ماندن از نیت ازالہ درد دردمنداں۔ امید رحمت داشتن از جناب حق بعفو جرائم مجربان“

شاہنشاہ عالمگیر نے ایک نصیحت آمیز رقعہ میں یوں لکھا ہے کہ ”عجب عجب از مقولات سعد اللہ خان است کہ الف بصورت قلم (۱) و نون بشکل دوات (۲) دیوان کہ بصفات ملکی

آراستہ نباشد دیوے ست قلم و دوات پیش نہادہ یا حیوانے  
یا تصویرے از نقشِ عقل و ہوش سادہ“

ایک دن شاہجہاں نے سعد اللہ خاں سے دریافت کیا  
کہ ”اسبابِ خوشنودی خالق و خیریتِ عاقبتِ چیت“ انہوں نے  
جواب دیا ”عدالت و سخاوت“

ایک دن ایک شخص نے کنایۃً سعد اللہ خاں سے کہا  
کہ زمانہ میں متدیں اور وفادار آدمی بہت کم ہیں۔ انہوں نے  
جواب دیا کہ زمانہ نیک آدمیوں سے کبھی خالی نہیں رہتا  
عقلمند کو چاہئے کہ تلاش کرے اور اُس کے ساتھ مشغول  
ہو کر اپنا کام درست کرے اور اُس کی نسبت اہلِ غرض کی  
شکایت نہ سنے۔

شاہجہاں ایک مرتبہ دہلی میں نہر بہشت کی سیر کے واسطے  
جو اُسی زمانہ میں تیار ہوئی تھی تشریف لے گئے سعد اللہ خاں  
اور ملا علاؤ الملک تونی فاضل خاں ہمراہ تھے اثنائے گفتگو  
میں سعد اللہ خاں نہر کو نہر (بفتح وسط) بولے۔ ملا علاؤ الملک  
نے کہا کہ نہر غلط ہے نہر (بسکون وسط) بولئے۔ سعد اللہ خاں  
نے فوراً اپنے کلام کی تائید میں آئے کریمہ ”إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ“

۱۵ دوسرے پارے سیقول کے اخیر کوع میں ہوا ترجمہ یہ ہے کہ ”اللہ اُس نہر سے تمہیں جانچنے والا ہے“

بِنَهْرٍ“ کو پیش کیا۔ ملا صاحب جو ہٹ دھرمی پر آگئے تو فرمائے  
 لگے کہ خانصاحب شہادت شعرب کی مستند ہے۔ سعد اللہ خاں  
 نے اُسی وقت ایک اور جڑی کہ ملا صاحب کیا کلام الہی  
 کی شہادت کو آپ سند نہیں جانتے اُس کی فصاحت شعرب  
 سے بھی گئی گزری ہوگئی۔ شاہجاں سے بھی نہ رہا گیا فرمایا  
 کہ کلام مجید کی فصاحت کا شعراے عرب نے بھی لو مانا ہے  
 یہ سُکر ملا علاؤ الملک بہت شرمندہ ہوئے اور پھر کہہ کتے  
 نہ نبی۔

### موزونی طبیعت

خورم بیگم والدہ شاہ سلیمان کے مصاحبوں میں نہانی نام  
 ایک خاتون بڑی صاحب جمال اور اعلیٰ درجہ کی تعلیم یافتہ تھی  
 اُس کی لیاقت و قابلیت اور حسن و جمال کا شہرہ سُکر امرائے  
 ذی شان اور عقلاے جہاں نے اُس سے شادی کے پیغام  
 دئے تھے۔ اُس خاتونِ فرزانہ روزگار نے اُن کی روز افزوں  
 درخواستوں سے تنگ آکے اپنی ایک رباعی شہر کے ہر گلی کوچے  
 اور بازار میں آویزاں کرادی اور اُس پر یہ لکھ دیا تھا کہ جو کوئی  
 اس رباعی کا جواب کہدیگا میں اُسی سے شادی کر لوںگی۔

و ہو ہذا

از مرد برہنہ روے زر می طلبم	در خانہ عنکبوت پر می طلبم
من از دہن مار شکر می طلبم	وز پشہ مادہ شیر زر می طلبم

شعراے زمان اور عقلاے دوراں اس رباعی کے جواب سے عاجز رہے۔ اگرچہ سعد اللہ خاں کے عہد وزارت سے پہلے نہانی کا انتقال ہو چکا تھا پر یہ رباعی اُس کی اُسی شد و مد سے مشہور چلی آتی تھی۔ جب سعد اللہ خاں کے فضل و کمال کا ڈھکا بجا تو لوگوں نے امتحاناً اُسے اُن کے سامنے بھی پیش کیا انہوں نے برجستہ یوں فرمایا:-

علم است برہنہ رو کہ تحصیلِ زراست	تن خانہ عنکبوت دلِ بالِ وِراست
زہر است جفاے علم و معنی شکر است	ہر پشہ ازاں چشید او شیرِ زراست

انشا پردازی

بادشاہ نامہ ملا عبد الحمید لاہوری میں دو تین خط فارسی سعد اللہ خاں کے ہیں اُن میں سے ایک کی نقل ذیل میں درج کی جاتی ہے جس سے ناظرین کو اس بے بدل فاضل کا پایہ فن انشا پردازی میں بخوبی معلوم ہو جائیگا۔ بادشاہ نامہ اور عمل صالح اور سیر المتاخرین اور منتخب اللباب وغیرہ تاریخوں

سے یہ بھی واضح ہوا ہے کہ سعد اللہ خاں نے شاہجہاں کی طرف سے سلطان روم کے نام کئی خط بزبانِ عربی بھی لکھے تھے ہمسوس کہ باوجود بڑی تلاش کے بھی وہ عربی خطوط ہمیں نہ ملے۔

خطِ مذکورہ بالا کے دیکھنے سے پہلے ناظرین کو یہ معلوم کر لینا چاہئے کہ یہ نامہ کب اور کیوں لکھا گیا۔ اس کے لئے صاحبِ بادشاہ نامہ تحریر فرماتے ہیں کہ نویں سال جلوس شاہجہانی یعنی ۱۰۵۶ھ میں شاہ صفی بادشاہِ ایران کے مرنے اور اُس کے بیٹے شاہِ عباس کے تخت نشین ہونے کی خبر دربار میں پہنچی۔ پس ۱۸ صفر سنہ مذکور کو جان نثار خاں کو خلعت اور جگہ مرصع عطا ہوا اور منصب میں پانصدی ذات دومزاد پانصد سوار کا اضافہ کیا گیا اور دو گھوڑے مرحمت ہوئے جن میں ایک عربی طلائی یراق کے ساتھ اور دوسرا خانہ زاد سرکار والا زینِ مُطلّا کے ساتھ اور ایک ماتھی ملا۔ اور حکم ہوا کہ سعد اللہ خاں شاہ صفی کی تعزیت اور شاہِ عباس کی تخت نشینی کی تہنیت میں مابدولت کی طرف سے تمہیں خط لکھ دینگے تم اُسے لئے ہوئے ایران چلے جاؤ اور خزانہ عامرہ سرکاری سے

دو سال کی تنخواہ اپنی اور اپنے ساتھیوں کی اسی وقت لیلو اور ایک لاکھ روپیہ کے مرصع آلات اور ڈھائی لاکھ روپیہ کے کپڑے نفیس ہندوستانی ساخت کے اور دیگر اسباب و ساز سامان شاہ عباس کے لئے بطور ارمغان ساتھ کر دیا۔

وہ خط یہ ہے

”ہزاراں ستائش و گوناگون نیائش ذاتے را سزو کہ نذر کبریائے نبیلہ او حد را بار۔ و نہ بہ آلاے جزئیہ او عد را کار۔ نہ احسان جسیمش را رادے۔ نہ افضال فحیمش را صادے۔ و فراواں منت منعم بے عوض و مفضل بے غرض را رسد کہ امتیاز بختید نوع انسان را از ہرچہ بافوق وجود رسیدہ در بند تکوین و ایجاد۔ باضافہ نعمت ادراک و استعداد۔ پس برگزیدہ جمعے را تفاوت درجات بر وفق استعدادات بکرامت فرمودن مرتبہ رسالت و عنایت نمودن مترتبت سفارت براسے بیان سبیل رشاد و تبیان طریق سداد عطا فرمود۔ سلاطین عدالت آئین و خواقین صواب گزین را خلعت خلافت و کسوت نیابت بختہ اجزای مامورات ناموس اکبر نقل۔ و امضای مقتضیات قسطاس اعدل عقل۔ و ضبط و ربط بلاد۔ و اصلاح حال عباد“

و دفع فتنہ و فساد- و درودِ نامحدود- و سلام غیر محدود-  
 از حضرتِ معبود- بر نقطہٴ دائرہٴ وجود- دائرہٴ نقطہٴ کرم وجود-  
 صاحبِ حوضِ مورود- مالکِ مقامِ محمود- مخصوص و منفرد از  
 گروہِ قدسی شکوہِ انبیا و رسل برسالہٴ کافہ و دعوتِ عامہ و  
 تقویٰ بدلائل متکاثرہ- و معجزاتِ مستمرہٴ وافرہ- و تحلی بفضائل  
 علمیہ فائزہ از احصا- و علمیہ خارجہ از استقصا- قافلہٴ سالارِ رہنمایان  
 رہنمائے قافلہٴ سالاران- مبشرِ مننوت- جامعِ جوامعِ نعوت- موخر  
 مقدم- پس آئندہٴ پیش قدم- و بر آلِ اطہارِ او کہ مریایے حقائق  
 معارف- و منبعِ ذوارفِ عوارف- و مخزنِ اسرارِ نبوت- و منظر  
 سرائرِ ولایت- اند- و بموجبِ خطابِ مستطابِ اَتَمَّ یَرِیدُ اللہُ  
 لَیذُنْ هَبْ عَنْکُمْ الرَّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرْکُمْ تَطْهِیرًا-  
 ساحتِ مجدِ ایناں از دناعتِ مہرئی- و از لوثِ دناستِ معری  
 است- و بر اصحابِ ابرارِ او کہ آبروے دین- و سببِ لمحان  
 نورِ یقین- و حافظانِ شریعتِ غرا- و ناقلانِ طریقتِ بیضا-  
 و رافعانِ قواعدِ اسلام- و ہادمانِ اساسِ کفر و ظلام اند خصوصاً  
 خلفاءِ راشدینِ ہمدین- کہ عناصرِ اربعہٴ دینِ حنیف- و چار  
 رکنِ ملتِ نئیف- و فانیانِ بقاے مطلقِ راقادہ و قدوہ- و

مستملکان حق را ساده و اسوه اند- و هر کدام بموجب نصوص  
 حکمیه قطعیة الدلالة- و احادیث صحیحہ یقینیة الافادة منقہ متصدیه-  
 بروایت عدلی از عدلی- و حکایت ثقه از ثقه- بسبب اختصاص  
 بسبب رضیه- و شیمه مرضیه- بمنزله منفرد- و منقہ متصدیه و  
 بقدرے که قدر آزا خداوندان قدر دانند- ممتاز- و بفضله که  
 فضل آزا خداوندان فضل شناسند ممتاز باد- بر آگاه دل مال  
 سگال حقیقت پیوند- و بجزد حق شناس هوشمند- مخفی نیست-  
 که خالق اشباح- و بارئ ارواح- را جل شانہ و عظم برمانہ-  
 در ایقاع هر فعلی دقائق حکم است- که نظر دور بین را با دراک  
 آن آشنائی نہ- و در ابداع پر امرے لطائف مصالح است-  
 که گوهر شب چراغ خود را در درک آن روشنائی نہ- پیدا است که  
 علم حادث را بقدم مجالته و تنهایی را به غیر تنهایی مناسبه نیست  
 پس پیش آمد کرده به تسلیم و رضا اولی- و استقبالی مرغوب  
 بشکر و سپاس احرسی- لهذا در واقع نائله و حادثه نازلہ رحلت  
 خسرو جباه جبل الله الجنۃ مشواہ- ازین دایره مدار پر خار-  
 به زہمت سراسے بقا و قرار- که بمقتضای عدم استماع مواعظ بلند  
 و نضاع سود مند- مندرجہ در نامہ مرسل مصحوب صفدر خاں کہ

در معنی آبِ حیات جاودانی بوده از چشمه سارِ راستی و راست  
گفتاری۔ و غذاے روحانی از شاخسارِ درستی و درست کرداری۔  
و خاطر حق بین حقیقت گزین را در افاضه آں جز مراعات  
نسبت پدر فرزندی و محافظتِ قولِ نبیِ مادی۔ کہ نص مشحون  
بحکمت الدین النصیحة باشد غرض منظور نظر فراز پرواز نہ۔ و  
اتباعِ اقاویل نادانانِ دانا نامے ہنگامہ جو۔ و سفیانِ جبلِ انتہا  
بے صرفہ گو۔ کہ ہمتِ پستِ ایں ہمنشینانِ بد سرشت گرمیِ بازار  
خوشین است۔ نہ اندیشہ مالِ کارِ ولی نعمتِ خویش۔ بافراط  
در ارتکابِ انچه اجتنابِ ازاں نتجِ آگہی و ہوشیاری در دنیا۔  
و شمرِ فلاح و سنجح در عقبی است۔ و تحرزِ ازاں ہمہ کس را  
زیبا لایما از طبقہ فرماں روایانِ معدلتِ اقتضا۔ و صدر نشینانِ  
ارایکِ اعتلا۔ کہ غائے وجودِ ایں برگزیدہاے پروردگار۔ و بزرگ  
کردہاے آفریدگار۔ انتظامِ سلسلہ کائنات و محافظتِ نگاہبانی  
مخلوقات است۔ نہ بالذاتِ فانی پیوستن۔ و در مستلذاتِ جسمانی  
فرورفتن۔ و محتاج بہ نگاہبان گشتن۔ وقوع یافتہ۔ بر مقدمہ  
مقررہ و وجوبِ تلقیِ تقدیراتِ مقدر بے مثال۔ و عاداتِ حاکم  
بے زوال۔ از تعقیبِ ہر نوشتہ بہ نیستہ۔ و ہر بہارے سجزانے۔

و ہر قبولے بدبورے۔ بصر مستنج اجر و رضاے مستوجب حسن  
 جزا حوالہ میرو۔ و بنا بر مؤدت قدیمہ و خلعت مستمرہ کہ در عالم  
 اشباح ظل معرفت ازلیہ عالم ارواح است۔ و میان خواقین  
 خلافت تزیین این والا خاندان و سلاطین نصف آئین آن  
 عالی دودمان نسلاً بعد نسل بتوارث حسب مستحق۔ مبارکباد جلو  
 میمنت مانوس آن فرزند زادہ بر خوردار کامگار نامدار بلند مقدار  
 بہین گوہر درج دولت و عظمت۔ ہمین اختر برج شوکت و سلطنت  
 نقادہ اصلاب طیبین۔ سلاہ اسلاف طاہرین پرداختہ می شود۔  
 میمن متعال و قادر ذو الجلال این جلوس میمیں را بر آں  
 صفوہ دودمان صفوی۔ علاء خاندان مرتضوی۔ مبارک و فرزندہ  
 گرداند۔ و از شناخت مقدار و ادای حقوق فریق سپاس گزار۔  
 و ترعم و عفوزلات بارشاد بیان عظیم الشان الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمْ  
 الرَّحْمٰنُ اَرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ  
 و ترک تعصبات و انغاض عین از آثم بر حسب اقتضاء حکمت  
 و اعراض و صفح از جرائم بر طبق تقاضای مصالحت۔ مجملًا ایتار  
 بامورات بہدایت اوامر الہی۔ و ارتجار از منہیات بدالست  
 کلمات نواہی۔ حظے وانی و نصیبے کافی کراست فرماید۔ و از

تقدیم مراسم شبانی۔ و اقدام بر لوازم پاسبانی۔ کہ مقصود از  
 سلطنت و فرماں فرمائی۔ و معنی اہست و کشور کشائی۔ است۔  
 بہرہ کامل عنایت کند۔ و چون بموجب کلام بانظام صحیح اللفظ  
 حسن المعنی منظوم سردفتر اہل بیان۔ اشرف بنی عدنان کلمہ  
سَاعٌ وَكَلِمَةٌ مَسْنُونَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ۔ روز پاداش سوال بقدر مکت  
 شود۔ و پرسش باندازہ قدرت رود۔ رستگاری از سخط باری در  
 اہل ہونقیہ حق آن مربوط باید دانست۔ و رسیدن بہ برخور داری  
 باقتضای مصدوقہ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمُكِّتْ رِنِي الْاَرْضِ  
 بتادیہ آن منوط باید شناخت۔ پوشیدہ نہ ماند کہ چون از کمال  
 و داد و اتحاد آن ملک و منسوبان آن دولت را از خود میدانیم۔  
 و یقین کہ تحقق این معنی از آن جانب بطریق اولیٰ خواہد بود۔  
 بنابر آن نگارش می یابد۔ کہ معلوم ہر قاصی و دانی است۔ کہ  
 التجاء یار وفادار علی مرداں خاں امیر الامرا بدیں درگاہ آسمان  
 جاہ اضطراری بودہ نہ اختیاری۔ چہ ازو در برابر جمیع احکام صا  
 از ان سدہ سنہ از فرستادن پسر و غیر آن جز سمع و طاعت  
 و انقیاد و اطاعت امرے سر بر نزد۔ جائے آن بود کہ بدیدبائی  
 شناسائی و رہنمائی رسائی آفرین رفتے۔ و تحسین جلوہ دادے۔

چوں برضاتِ آں از یافہ دریائی و ہرزہ سرائی و گوناگوں تزویرات  
 و رنگارنگ تسویلات۔ نو دولتانِ حسد سرشت۔ غرض پرست۔  
 کہ رواج خود در کساد عزت یافتہا و برکشیدہاے قدیم شناسند۔  
 خاصہ چنیں کسے کہ جد امجد آں قرۃ العین کہ نقاؤۃ سلسلہ  
 صفویہ۔ و زبده و خلاصہ ایں طبقہ علیہ بودند۔ اورا باباے ثانی  
 می نوشتہ باشند۔ بجایے تحسین تہجین و در مکاں حسن جزا  
 سگالش یاسا۔ قرار گرفت۔ او اضطراراً باعتمام عروہ و ثقاے  
 ایں فکر صواب کہ ایں سلطنت را ازاں دولت ہیچگونہ جدائی  
 نیست پناہ بایں بارگاہ کہ مامن عالمیاں و ملجاء جہانیاں است  
 آورد۔ و ایں امور اسباب ظہور عنایات نمایاں و مرام بے پایاں  
 دبارہ مشار الیہ گشت۔ اگرچہ چار پسر خان مومی الیہ از حد  
 گزاران ایں والا درگاہ اند۔ اما چوں خواہش خاطر قدسی  
 سرایر۔ ایں است۔ کہ حقیقت یگانگی و محبت فیما بین معلوم  
 جہانیاں گردد۔ و کالشمس فی رابعۃ النہار وضوح یابد۔ متوقع  
 آن است کہ ایں معنی برخصت فرزندی کہ دران آستان داد  
 بروے روز افتد۔ و اہلیت و یگانگی را روز بازار دیگر گردد۔  
 و مبائی یکجہتی و یگانگی را استحکام۔ و قوائم یکتائی و یکتائی دلی

انتظام پدید آید۔ و جہات و نسب سابقہ را تاکید و تشدید  
 و موالات و مودت لاحقہ را تاسیس و تمہیدے شود۔ از انجا کہ  
 خاطر قدسی مظاہر بسبب تحققِ ابوتِ علیا۔ نسبت بآن فرزند  
 زادہٴ عالی و سادہ تعلق تمامی باطلاع بر حالِ خیر مال دارد۔  
 شجاعت نشان جان نثار خاں را کہ از خانہ زادانِ معتمد فدوی  
 است۔ و پیوستہ بر جوعِ خدماتِ اعتماد طلب سر بلند۔ و در اکثر  
 اوقات شرف اندوز حضورِ سراسر نور رخصتِ آن صوب باصواب  
 فرمودہ شد۔ کہ این نامہ کہ سرنامہٴ حکمت و موظلت و ہدایت  
 و نصیحت۔ و متضمنِ مقدماتِ محبت بار و کلماتِ صداقت آتیا  
 است برساند۔ مترقب این است کہ او بعد از گذارش اسچہ  
 باداے آن مامور گشتہ مقضی المرام بسرعت تشریف رخصتِ  
 انصاف بیابد۔ کہ ضمیرِ ہر آئین محبت آگین را شوقِ تامی و  
 اشتیاقِ تمامی بسوے آنت۔ کہ بزودئی ہرچہ زیادہ تر و عسر  
 ہرچہ تمامتر کیفیتِ احوالِ نجستہ مال و اوضاع و اطوارِ آن  
 برخوردار نامدار انکشاف یابد۔ ہرگونہ امرے کہ باعثِ زیادتی  
 استقرارِ آن کامگارِ بختیار بر سریرِ سلطنتِ آن دیار باشد  
 بے حجابانہ بیاں اشارت رود۔ و ہر نوعِ معاونت لازم نشاء

دوستی کہ بخاطرِ گرامی رسد بے تکلفانہ اظہارِ آں جلوۂ استحسان  
 دہد کہ انشاء اللہ تعالیٰ در انجامِ آں مساعیٰ مشکورہ چنباں  
 پرتوِ ظہورِ خواہد بخشید۔ کہ معنیِ دوستی و حقیقتِ دوستی  
 بر جہانیاں واضح گردد۔ و سپس مسلکِ انہاے وقاعِ یومی و  
 منہجِ ارسالِ رسل و رسائل بر سبیلِ تابع و توالیِ سلوک باشد۔  
 از بارِ حدائقِ آمال و آمانی بنسایم یزدانی شگفتہ و خنداں باد۔

مَآخِرِ سَائِرِ

منہجِ اکبری واقع محلہ نئی بستی شہرِ آگرہ میں مجید الدین احمد کے اہتمام سے چھپی













